قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند
قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند

جلد ۱۸	مطابق ۹ شوال سنہ ۱۳۴۹ھ	یوم شنبہ	مؤرخہ ۲۸ فروری سنہ ۱۹۳۱ء	نمبر ۱۰۰

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل ورحم سے بخیریت ہیں؛

۲۶ فروری کی رات کو مردم شماری کرنے کے لئے سرکاری طور پر جو آدمی مقرر ہیں بہت سے مرکزی کارکن اور اعلیٰ جماعتوں کے طلباء ان کی امداد پر لگا دیئے گئے۔ تاکہ وہ نہ صرف قادیان میں بلکہ ارد گرد کے دیہات میں بھی ان کی مدد کر سکیں؛

۲۶ فروری بعد از نماز عشاء محلہ دار الفضل میں ایک غیر معمولی جلسہ منعقد کیا گیا۔ جس میں - - - - - - - - مفتی محمد صادق صاحب اور جناب میر قاسم علی صاحب نے صداقت مسیح موعود پر تقریریں فرمائیں؛

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

تصویر کی حرمت اضافی ہے

"کفار کے تتبع پر تو تصویر ہی جائز نہیں۔ ہاں نفسِ تصویر میں حرمت نہیں۔ بلکہ اس کی حرمت اضافی ہے۔ اگر نفس تصویر مفسد نماز ہو۔ تو میں پوچھتا ہوں۔ کہ کیا پھر روپیہ پیسہ نماز کے وقت پاس رکھنا مفسد نہیں ہو سکتا؟ اس کا جواب اگر یہ دو۔ کہ روپیہ پیسہ کا رکھنا اضطراری ہے۔ تو میں کہوں گا۔ کہ کیا اگر اضطرار سے پاخانہ آجائے۔ تو وہ مفسد نماز نہ ہوگا؟ اور پھر وضو کرنا نہ پڑیگا۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ تصویر کے متعلق یہ دیکھنا ضروری ہے۔ کہ آیا اس سے کوئی دینی خدمت مقصود ہے۔ یا نہیں؟ اگر یونہی بے فائدہ تصویر رکھی ہوئی ہے۔ اس سے کوئی دینی فائدہ مقصود نہیں۔ تو یہ لغو ہے۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے والذین ھم عن اللغو معرضون۔ لغو سے اعراض کرنا مومن کی شان ہے۔ اس لئے اس سے بچنا چاہیئے۔ لیکن ہاں اگر کوئی دینی خدمت اس ذریعہ سے بھی ہو سکتی ہو۔ تو منع نہیں ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ علوم کو ضائع نہیں کرنا چاہتا؛

مثلاً ہم نے ایک موقعہ پر عیسائیوں کے مثلث خدا کی تصویر دی ہے۔ جس میں روح القدس بشکل کبوتر دکھایا گیا ہے۔ اور باپ اور بیٹے کی بھی جدا جدا تصویر دی ہے۔ اس سے ہماری یہ غرض تھی۔ کہ تا تثلیث کی تردید کر کے دکھائیں۔ کہ اسلام نے جو خدا پیش کیا ہے۔ وہی حقیقی خدا ہے۔ جو حي و قیوم۔ ازلی و ابدی۔ غیر متغیر ہے۔ اور تجسم سے پاک ہے۔ اس طرح پر اگر خدمت اسلام کے لئے کوئی تصویر ہو تو شرع کلام نہیں کرتی ہے۔ کیونکہ جو امور خادم شریعت ہیں۔ ان پر اعتراض نہیں ہے"

(الحکم ۲۸۔ فروری سنہ ۱۹۰۲ء)

اسلامی ممالک کی خبریں اور اہم کوائف

عراق کے تیل کا اجارہ

یروشلم سے ۳ فروری کا ایک پیغام مظہر ہے۔ کہ ہائی کمشنر فلسطین اور عراق پٹرول کمپنی کے درمیان جو میثاق مرتب ہوا ہے۔ اس کے رو سے کمپنی کو اختیار دیا گیا ہے۔ کہ ایک پائپ لائن قائم کرے۔ جو خلیج عراق پر ختم ہو۔ یہ اجارہ ۷۰ سال تک قائم رہے گا۔ اگر ان ممالک کے ساتھ جن سے یہ لائن گذرے گی۔ تین سال کے اندر معاہدات مکمل نہ ہوئے۔ تو یہ میثاق قابل تنسیخ ہوگا ؎

ترکی میں تعدد ازدواج کا جرم

قسطنطنیہ کی خبروں سے پایا جاتا ہے کہ حکومت نے ان لوگوں کے خلاف جو بغیر اجازت ایک سے زیادہ شادیاں کرتے ہیں۔ یا قانون کی زد سے بچنے کے لئے حیلے تراش لیتے ہیں۔ سخت کارروائی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور خفیہ پولیس کا خاص عملہ ان کی تلاش کے لئے لگایا گیا ہے ؎

لنڈن کے حجازی سفارت خانہ میں تمباکو نوشی کی ممانعت

حافظ وہبہ سفیر حجاز نے لنڈن کے اخبار ڈیلی ہیرلڈ میں اعلان کرایا ہے کہ حجازی سفارتخانہ میں آنیوالوں کو صرف قہوہ پیش کیا جاتا ہے۔ سگریٹ نہیں۔ تمباکو نوشی نجدیوں کے نزدیک حرام ہے ؎

حجاج کی آسائش کے سامان

مکہ مکرمہ کی مجلس شوریٰ نے فیصلہ کیا ہے کہ میدان عرفات میں حجاج کی فرودگاہوں کے درمیان سیدھے راستے بنائے جائیں مناسب مسافت پر کنوئیں لگائے جائیں اور بجربہ جاتشہ میں جھنڈی پر اس کی کوئی

فلسطین کی حکومت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی

خاص علامت بنائی جائے۔ تا حاجی راستہ بھٹک کر پریشان نہ ہوں ؎

لنڈن سے ۷ فروری کی ایک خبر مظہر ہے کہ قرطاس ابیض کے متعلق حکومت اور یہودیوں کے نمائندوں کے درمیان جو گفت وشنید ہو رہی تھی۔ وہ ختم ہوگئی ہے۔ اس سے حکمت عملی میں کوئی ترمیم نہیں ہوئی ؎

اعراب فلسطین کی مجلس منتظمہ کا اعلان

مجلس مذکور نے ایک اعلان کے ذریعہ وزیر اعظم برطانیہ کے اس مکتوب کے خلاف احتجاج کیا ہے۔ جس میں فلسطین کے متعلق برطانیہ کی حکمت عملی کی توضیح کی گئی ہے۔ اس اعلان میں یہ بھی لکھا گیا ہے۔ کہ حکومت سے کوئی توقع نہ رکھیں۔ اور متحد اور متفق ہو کر یہود کے مقاطع کا جواب دیں ؎

لنڈن میں ایرانی فنون کی نمائش

لنڈن سے المقطم کا نامہ نگار لکھتا ہے یہاں ایرانی فنون لطیفہ کی نمائش کا افتتاح ہوا۔ عجائبات ونادرات کی قیمت کا اندازہ پچاس لاکھ پونڈ سے زیادہ لگایا گیا ہے۔ اس میں ۲۷ ممالک نے حصہ لیا۔ شاہ ایران اور امریکہ کے مقتدر اصحاب نے بھی اپنے اپنے نادرات بھیجے ہیں۔ ایرانی نادرات میں ۲۵ صدیوں کے عجائبات شامل ہیں۔ تاریخ ایسی نمائش کی نظیر پیش نہیں کر سکتی اسے دیکھنے کے لئے دنیا کے ہر ملک سے لوگ آرہے ہیں ؎

ترکی کو قرضہ دینے کی شرائط

انگورہ کا ایک پیغام مظہر ہے۔ کہ فرانس اور بلجیم کی بعض ساہوکارہ کمپنیوں نے حکومت ترکی کے سامنے یہ تجویز پیش کی ہے۔ کہ وہ اسے دو کروڑ انگریزی پونڈ قرضہ دینے کے لئے تیار ہیں۔ بشرطیکہ انہیں ترکی میں ٹھیکے دیدیئے جائیں۔

ایران میں کاشتکاروں کی مانگ

طہران کی ایک خبر سے پایا جاتا ہے کہ ایران کی وسعت اور زرخیز قطعات اراضی کے مقابلہ میں آبادی بہت کم ہے اس لئے حکومت ایران ایسے ذرائع اختیار کر رہی ہے جس سے بیرونی ممالک کے تارکان وطن داخل ہوسکیں اور اس غرض کے لئے پیرس میں ایک دفتر کھولا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں ۵۴ یونانی تارکان وطن ایران میں وارد ہوئے ہیں۔ جو تمباکو کی کاشت کے ماہر ہیں ؎

مصر میں زمانہ قبل از تاریخ کے آثار

قاہرہ کی ایک خبر ہے۔ کہ معادی مقام کی کھدائی سے زمانہ قبل از تاریخ کے ایک ایسے

حضرت مسیح موعودؑ کے دستِ مبارک کی ایک نہایت اہم تحریر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جن الفاظ میں حضرت نورالدین اعظم خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سے بیعت لی۔ وہ حضرت خلیفہ اول کی درخواست پر حضور نے اپنے قلم سے لکھ کر انہیں عنایت فرمائے۔ یہ الفاظ عزیز مکرم مولوی عبدالوہاب صاحب ابن حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے ذریعہ دیکھنے کا موقعہ ملا۔ جن کا عکس ناظرین کی خاطر شائع کیا جا رہا ہے۔ (مدیر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی

آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے اُن تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں

جن میں میں مبتلا تھا۔ اور اپنے سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں

کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے

بچتا رہوں گا اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کے لذات پر مقدم

رکھوں گا اور میں اپنی گذشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ سے معافی

چاہتا ہوں استغفر اللہ ربی استغفر اللہ ربی استغفر اللہ ربی من کل

واشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ

ذنب واتوب الیہ رب انی ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفرلی

ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی۔ آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے اُن تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں میں مبتلا تھا۔ اور اپنے سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں۔ کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے۔ اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا۔ اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کی لذات پر مقدم رکھوں گا۔ اور اشتہار کی دس شرطوں پر حتی الوسع کاربند رہوں گا۔ اور میں اپنے گذشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔ استغفر اللہ ربی۔ استغفر اللہ ربی۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔ واشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ رب انی ظلمت نفسی واعترفت بذنبی۔ فاغفرلی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت ؎

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل
نمبر ۱۰۰ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۳۱ء | جلد ۱۸

ہندو مسلم تصفیہ کے متعلق گاندھی جی کی تقریر

اس وقت تک ہر قدم پر مسلمانوں نے ہندو مسلم سمجھوتہ کیلئے جس طرح آمادگی کا اظہار کیا ہے۔ اس سے ان کی حب الوطنی اور ہندوستان کی ترقی کی صادقانہ خواہش کا پورا پورا ثبوت ملتا ہے۔ اگر ہمارے برادرانِ وطن کے دل صاف ہوتے۔ اور وہ مسلمانوں کو ان کے واجبی حقوق دینے کے لئے تیار ہوتے۔ تو کبھی کا سمجھوتہ ہو چکا ہوتا۔ اور وہ مسائل جو آج نہایت پیچیدہ صورت اختیار کئے ہوئے ہیں۔ نہ صرف صاف ہو چکے ہوتے۔ بلکہ ہندوستان ترقی کی بہت سی منازل بھی طے کر چکا ہوتا۔ لیکن بدقسمتی سے ہندوؤں نے سمجھوتہ کے متعلق مسلمانوں کی خواہش اور آمادگی کو ہمیشہ انکی کمزوری اور بے کسی پر محمول کیا۔ اور ہر بار زیادہ کھنیچتے گئے۔

حال میں آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل کا جو اجلاس ۲۲ فروری کو دہلی میں منعقد ہوا۔ اس میں شریک ہونے والے مسلمان لیڈروں نے ایک بار پھر اپنی رواداری اور مصالحت پسندی کا ثبوت دیا۔ اور اپنے اجلاس میں شرکت کے لئے گاندھی جی کو دعوت دی۔ اس پر گاندھی جی معہ اپنے چند خاص رفقاء کے شریک جلسہ ہوئے۔ جس کے لئے لیگ کی طرف سے سر محمد شفیع نے اُن کا شکریہ ادا کیا۔ اور مولوی محمد یعقوب صاحب نے گاندھی جی کی شرکت کو اکیس کروڑ ہندوؤں کی شرکت کے مترادف قرار دیتے ہوئے کہا۔ یہ ہندوستان کے لئے نیک شگون ہے۔ کیونکہ ممکن ہے۔ اس سے ہندو مسلم تنازعہ کا تصفیہ ہو جائے۔

مولوی صاحب موصوف نے جہاں گاندھی جی کی تمام سرگرمیوں کو محض ہندوؤں کے لئے وقف شدہ دیکھتے ہوئے اپنے تلخ الفاظ میں یہ اشارہ کیا۔ کہ گاندھی جی صرف ہندوؤں کے نمائندے ہیں۔ نہ کہ تمام اہل ہند کے۔ وہاں انہوں نے یہ بھی ظاہر کر دیا۔ کہ گاندھی جی کو لیگ کے اجلاس میں شرکت کی دعوت دینے سے لیگ کی یہ غرض ہے کہ ہندو مسلم تنازعہ کا تصفیہ ہو جائے۔ گویا اس موقعہ پر بھی مسلمانوں نے ہی ہندو مسلم تنازعہ کے تصفیہ کے لئے پیشقدمی کی۔

گاندھی جی کو بھی یہ محسوس ہو گیا۔ کہ مسلمان ان کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں۔ اور انہوں نے اپنی ساری تقریر میں یہ بتانے کی کوشش کی۔ کہ وہ اکیس کروڑ ہندوؤں کے ہی نہیں۔ بلکہ سات کروڑ مسلمانوں کے بھی نمائندے ہیں۔ اور انہوں نے اپنی ساری زندگی ہندو مسلم اتحاد کے لئے جدوجہد کرنے میں صرف کر دی ہے۔ چنانچہ انہوں نے کہا:۔

”بھائیو! میں بنیا ہوں۔ اور میری حرص و آز کی کوئی انتہا نہیں میری ہمیشہ سے دلی آرزو اور خواہش رہی ہے۔ کہ میں اکیس کروڑ کی طرف سے نہیں۔ بلکہ ۳۰ کروڑ ہندوستانیوں کی طرف سے گفتگو کروں آج آپ لوگ میری اس پوزیشن کو تسلیم کریں۔ یا نہ کریں۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ بچپن اور جوانی کے زمانہ سے میری جو پرورش اور تربیت ہوئی۔ وہ یہی تھی۔ کہ میں ہندو مسلم اتحاد کے لئے جدوجہد کروں۔ اور یہ ہرگز مناسب نہیں۔ کہ اب محض میرے بڑھاپے کی ناتوانی کی وجہ سے مجھے اس سے محروم کر دیا جائے۔ لیکن مجھے کامل اعتماد ہے کہ خدا مجھے وہ پوزیشن عطا کر دے گا۔ جب میں تمام ہندوستان کی نمائندگی کرنے کے قابل ہو جاؤں“

اگرچہ بنئے کی عادت اور خصلت سے واقف انسانوں کے لئے گاندھی جی کا اپنے آپ کو بنیا قرار دینا کوئی خوشکن فال نہیں۔ بنئے کی حرص و آز محض اپنے ذاتی فوائد کے لئے ہی وقف ہونے میں ضرب المثل ہے۔ تاہم یہ خوشی کی بات ہے۔ کہ گاندھی جی کو تمام ہندوستان کی نمائندگی کرنے کے قابل بننے کی خواہش تو ہے۔ یہ خواہش بہت مبارک ہے۔ اور ہر ایک بہی خواہ ملک کی آرزو ہے۔ کہ پوری ہو۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ باوجود ہندو مسلم اتحاد کے لئے جدوجہد کرنے کے اتنے بڑے ادعا کے عملی لحاظ سے گاندھی جی نے بھی اس حد سے ایک بال بھر آگے بڑھنے کے لئے قدم نہیں اٹھایا۔ جو اس وقت تک متعصب سے متعصب ہندو۔ اور ایسے ہندو جنہیں مسلمانوں کی نمائندگی کا کبھی دعوےٰ کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ مقرر کر چکے ہیں۔ اور جو یہ ہے۔ کہ پہلے حکومت سے فیصلہ کر لینے دو۔ اس کے بعد جو کچھ تم کہو گے۔ وہ مان لیا جائیگا۔ چنانچہ گاندھی جی نے فرمایا:۔

”میں نہیں جانتا۔ کہ میری اور وائسرائے کی گفت و شنید کا کیا انجام ہوگا۔ لیکن اگر خدا کو منظور ہوا۔ اور کانگرس نے کانفرنس میں شرکت کر لی۔ اور اگر حکومت اور کانگرس میں کوئی سمجھوتہ ہو گیا۔ تو ہندو مسلم اتحاد کا مسئلہ میری سب سے پہلی توجہ کا مرکز ہوگا۔ اور میں آپ سب کو اپنی تمام قوت اور طاقت کے ساتھ یقین دلاتا ہوں۔ کہ ہم ہندو مسلم مسئلہ کو حل کرنے کے لئے اپنی تمام طاقتیں استعمال کر دیں گے“

ظاہر ہے۔ کہ گاندھی جی نے ”اپنی تمام قوت اور طاقت کیساتھ“ جس بات کا مسلمانوں کو ”یقین“ دلانے کی کوشش کی ہے۔ وہ یہی ہے کہ اگر حکومت نے ہندوستان کے آئندہ نظم و نسق کے متعلق کانگرس کی تجویز کردہ سکیم منظور کر لی۔ تو پھر گاندھی جی ”ہندو مسلم مسئلہ کو حل کرنے کے لئے اپنی تمام طاقتیں استعمال کر دیں گے“۔ اب سوال یہ ہے کہ جب مسلمانوں کو سب سے بڑا خطرہ یہی ہے کہ ”اگر حکومت اور کانگرس میں کوئی سمجھوتہ ہو گیا“ تو پھر مسلمانوں کو پوچھا تک نہ جائے گا۔ اور کانگرس والے جو چاہیں گے۔ کریں گے۔ تو گاندھی جی کے اس وعدہ سے مسلمانوں کی کیا تسلی ہو سکتی ہے۔ اس وقت مسلمان جس بات کے متعلق اطمینان چاہتے ہیں۔ وہ یہی ہے۔ کہ انہیں کوئی ایسی صورت بتا دی جائے جس سے انہیں یقین ہو جائے۔ کہ کانگرس حکومت سے سمجھوتہ کر لینے کے بعد اُن کے حقوق نظر انداز نہیں کر دے گی۔ اور جن حقوق کا وہ مطالبہ کر رہے ہیں وہ انہیں ضرور دے دیئے جائیں گے۔ کاش گاندھی جی اس بارے میں کوئی قابل وثوق بات پیش کرتے۔ مگر ان کی ساری تقریر میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا نظر نہیں آتا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو۔ کانگرس سے سمجھوتہ کر لینے کے بعد یہ تو ہو نہیں سکتا۔ کہ حکومت جو اختیارات کانگرس کے سپرد کر دے۔ انہیں اس لئے واپس لے لے۔ کہ گاندھی جی ہندو مسلم مسئلہ کو حل کرنے کے لئے اپنی تمام طاقتیں استعمال کرنے کے باوجود اسے حل نہیں کر سکے۔ پھر مسلمانوں کے لئے کیا چارۂ کار باقی رہ جائیگا اس وقت تک کئی بار ہندو مسلم مسئلہ کے حل کی نسبت بہت کم اہمیت رکھنے والے کئی مسائل کے متعلق گاندھی جی یہ اعلان کرنے پر مجبور ہو چکے ہیں کہ ان کی کوئی نہیں سنتا۔ چنانچہ ایک دفعہ ہندو مسلم فسادات کے متعلق ہی انہوں نے ایسا اعلان کیا تھا۔ اور اپنے معذور ہونے کا عذر پیش کر کے علیحدہ ہو گئے تھے۔ اب بھی اگر حکومت اور کانگرس میں سمجھوتہ ہونے کے بعد ہندو مسلم مسئلہ کے متعلق انہوں نے یہی کہہ دیا۔ تو پھر کیا ہوگا۔

پس اس وقت اپنی تمام قوت اور طاقت کے ساتھ انہوں نے مسلمانوں کو جس بات کا یقین دلانے کی کوشش کی ہے۔ وہ قطعاً قابل یقین نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ یہ اعلان کر دیں۔ کہ حکومت کے ساتھ کانگرس کا جو سمجھوتہ ہوگا۔ وہ اس وقت تک عمل میں نہ لایا جائے گا جب تک ہندو مسلم مسئلہ حل نہ ہو جائے۔ تو گو یہ بات بھی خطرہ سے خالی نہیں تاہم مسلمان ان پر اعتماد کرنے کے لئے تیار ہو سکتے ہیں۔ ورنہ جس طرح ڈارون تھیوری پر اعتقاد رکھنے والوں کے دعوے کا وہ حصہ گم ہے جسے بندر اور انسان کے درمیان کی کڑی قرار دیا جاتا ہے اسی طرح حکومت سے سمجھوتہ ہو جانے کے بعد ہندو مسلم مسئلہ کو حل کرنے کی درمیانی کڑی بھی گم ہے۔ اور مسلمان اسی کی تلاش کر رہے ہیں۔ وہ اگر گاندھی جی کی مہربانی سے مل جائے۔ تو پھر سمجھ لیں گے۔ کہ گاندھی جی جو دعوے کر رہے ہیں۔ اس پر یقین کر لینا چاہیئے۔

کس قدر تعجب کی بات ہے۔ کہ گاندھی جی نے ایک طرف تو اسی تقریر میں یہ تسلیم کیا ہے۔ کہ

"میرا ایمان ہے۔ ہندو مسلم تصفیہ کے بغیر کوئی آزادی حاصل نہیں ہو سکتی"

اور دوسری طرف یہ فرما رہے ہیں۔ کہ حکومت سے سمجھوتہ کرنے یعنی آزادی حاصل کر لینے کے بعد" ہندو مسلم اتحاد کا مسئلہ میری توجہ کا مرکز ہوگا" اور "ہم ہندو مسلم مسئلہ کو حل کرنے کے لئے اپنی تمام طاقتیں استعمال کر دیں گے" اگر ہندو مسلم تصفیہ کے بغیر کوئی آزادی حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔ تو پھر کیوں؟ پہلے اس کا تصفیہ نہیں کر لیا جاتا۔ اور کیوں اسے حکومت اور کانگرس کے سمجھوتہ کے بعد رکھا جاتا ہے ہم دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر ہندو مسلم مسئلہ کو پہلے حل کر لیا جائے۔ تو حکومت کے ساتھ سمجھوتہ کرنے میں بہت جلد اور بہت خوشکن کامیابی حاصل ہو جائے۔ لیکن اگر اسے بعد میں ڈالا گیا۔ تو نہ صرف اس کے حل ہونے کی امید نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ حکومت سے بھی خاطر خواہ سمجھوتہ ہونا مشکل ہوگا۔ کاش گاندھی جی اس پر غور فرمائیں۔ اور مسلمانوں کی طرف سے سمجھوتہ کے لئے جس آمادگی کا اظہار ہو رہا ہے۔ اس کی قدر کریں

مسٹر بنسی اور ہندو

چونکہ مسٹر بنسی ممبر پنجاب کونسل نے کوشش کی ہے۔ کہ اچھوت اقوام کے لوگ اپنے آپ کو ہندو نہ لکھائیں۔ بلکہ آدھرمی لکھائیں۔ اس لئے ہندو اخبارات جہاں یہ لکھ رہے ہیں۔ کہ "بنسی بھنگی جسے لاہور کے ہندوؤں نے اپنا نمائندہ بنا کر پنجاب کونسل میں بھیجا تھا۔ وہ اب ہندوؤں کو بھوت بن کر چمٹ رہا ہے" وہاں یہ بھی مطالبہ کر رہے ہیں۔ کہ

"مسٹر بنسی بھنگی کو چاہیئے۔ کہ وہ پنجاب کونسل سے مستعفی ہو جائے جب تم ہندو ہی نہیں۔ تو پھر ہندوؤں کے نمائندے کیسے بن سکتے ہو" (پرتاپ ۱۸ فروری)

بے شک ہندوؤں کو مسٹر بنسی سے یہ مطالبہ کرنے کا حق ہو سکتا تھا اگر وہ اسے صحیح معنوں میں اپنا نمائندہ بنا کر کونسل میں بھیجتے۔ لیکن جب ہندوؤں نے کونسل کی تحقیر کے لئے اسے منتخب کیا۔ اور اس طرح ثابت کر دیا۔ کہ بنسی ان کے نزدیک ایک نہایت حقیر اور ذلیل ہستی ہے۔ تو پھر انہیں کوئی حق نہیں ہے کہ بنسی پر کسی قسم کا احسان جتائیں۔ اور اس سے کوئی مطالبہ کریں۔ کیونکہ انہوں نے بنسی پر کوئی احسان نہیں کیا۔ بلکہ بنسی نے ان پر احسان کیا۔ کہ ان کی خواہش کو پورا کرنے کا ذریعہ بن گیا۔

رہی یہ بات کہ بنسی چونکہ اپنے آپ کو ہندو نہیں سمجھتا۔ اس لئے وہ ہندوؤں کا نمائندہ نہیں بن سکتا۔ یہ بھی فضول ہے۔ اگر بنسی اپنے آپ کو ہندو نہیں قرار دیتا۔ تو کیا ہوا۔ ہندو تو اسے ہندو سمجھتے ہیں۔ اس لحاظ سے وہ ان کی طرف سے منتخب بھی ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں آجتک ہندو اچھوت اقوام سے ووٹ حاصل کر کے فائدہ اٹھاتے رہے ہیں۔ اب اگر کچھ عرصہ کیلئے ایک اچھوت کو ووٹ دیدئے تو کونسی قیامت آگئی۔ دراصل ہندو جس قدر مسٹر بنسی کے خلاف شور مچا رہے

نو مسلمین کی امداد کی ضرورت

ہندوستان میں کروڑوں انسان ایسے آباد ہیں۔ جن کی حالت غلاموں سے بھی بد تر ہے۔ ہندوؤں کے منشاء اور مرضی کی ادنےٰ سے ادنےٰ خلاف ورزی ان بے چاروں کے لئے ایک خوفناک مصیبت کا حکم رکھتی ہے۔ اور ان کی زندگی ایسے دردناک حالات میں سے گزر رہی ہے۔ کہ ایک آزاد انسان ان کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اس قدر قابلِ رحم حالت کے لحاظ سے یہ لوگ اس امر کے مستحق ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ جو فیضان دُنیا پر نازل ہُوا۔ اس سے بہرہ اندوز ہوں۔ خدا تعالےٰ کے اس احسان اور فضلِ عظیم کا تقاضا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ ان لوگوں کی رستگاری کے لئے پوری پوری جد وجہد کرے۔

مرکز کی طرف سے احباب کرام کو بارہا توجہ دلائی جا چکی ہے۔ خود حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ اس کے متعلق متعدد دفعہ تاکید فرما چکے ہیں۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ وہ زمیندار اور کاروباری اصحاب جنہیں ایسے لوگوں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے اور وہ ان کی ہر طرح امداد کر سکتے ہیں۔ ابھی تک پوری طرح ادھر متوجہ نہیں ہُوئے۔ اب مرکز نے عملی طور پر احباب کی راہ نمائی کرنے کے لئے یہ کام شروع کیا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کا فضل و احسان ہے کہ اس سلسلہ میں مساعی ثمر در ہو رہی ہیں۔ نواحِ قادیان میں مختلف دیہات کے چوہڑے اور مذہبی سکھ وغیرہ لوگوں کی ایک خاصی تعداد اسلام قبول کر چکی ہے۔ اور ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد یہ دیکھ رہی ہے۔ کہ اسلام میں داخل ہونے والوں کی آئندہ فلاح و بہبود کے لئے کیا کیا جاتا ہے۔

صوبہ پنجاب میں ایسے لوگ عام طور پر سکھوں کے دیہات میں آباد ہیں۔ اور سکھ ان کے قبول اسلام کو رواداری اور خاموشی کے ساتھ برداشت نہیں کر سکتے۔ اور انہیں کئی قسم کی تکالیف پہنچانا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ شاید یہ بھی ہو۔ کہ وہ سمجھتے ہوں مسلمان ہونے کے بعد چونکہ ان لوگوں میں بیداری اور خودداری کا احساس پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے ان کے ہاتھ سے نکل جائیں گے بہر حال وجہ کچھ بھی ہو۔ یہ دیکھا گیا ہے۔ کہ ان لوگوں کے مسلمان ہونے کے ساتھ ہی سکھ زمیندار اور دوسرے غیر مسلم لوگوں کی طرف سے ان پر طرح طرح کے مظالم شروع ہو جاتے ہیں۔ اور جیسا کہ ایک گذشتہ پرچہ میں لکھا جا چکا ہے۔ انہیں گھر بار سے محروم کر کے نکال دیا جاتا ہے۔ ان کی مملوکہ اشیاء زبردستی چھین لی جاتی ہیں۔ بلکہ بعض اوقات بیوی بچوں سے بھی انہیں جدا کر دیا جاتا ہے۔ اور ان پر عرصۂ حیات تنگ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا۔ اس لئے اسلام قبول کرنے کے بعد ان غریبوں کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں رہتا۔ کہ وہاں سے نقل مکانی کر جائیں۔ اس طرح اپنے گھروں سے نکلنے والوں کو اگر سنبھالا نہ جائے۔ ان کے معاش اور بود و ماند کا کوئی مستقل اور تسلی بخش انتظام نہ کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ ان کے ارتداد کا خطرہ ہے۔ بلکہ آئندہ کے لئے ان اقوام میں تبلیغ کے راستہ میں ناقابلِ عبور روکاوٹوں کا احتمال ہے۔

انہی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہُوئے ایک گزشتہ پرچہ میں ناظر صاحب دعوت و تبلیغ کی طرف سے یہ تحریک کی جا چکی ہے۔ کہ معزز احمدی زمیندار جن کو اپنی زرعی اراضیات کی کاشت کے لئے مزارعین کی ضرورت ہو۔ وہ ان نو مسلموں کو اپنے ہاں بُلا کر آباد کریں۔ اور انہیں زراعت کے لئے زمینیں دیں۔ اس طرح ایک تو ان کی پریشانی دُور ہو سکے گی۔ اور وہ جماعت کے لئے کسی قسم کا بار بننے کی بجائے خود اپنی روزی کما سکیں گے۔ دوسرے احباب جماعت کے زیر تربیت رہ کر اسلام میں پختہ ہوتے جائیں گے مگر افسوس ہے۔ کہ احباب نے اس طرف پوری توجہ مبذول نہیں کی۔ حالانکہ یہ نہایت ہی اہم اور فوری توجہ کے قابل امر ہے۔ اب پھر ہم اپنی جماعت کے زمیندار۔ ٹھیکہ دار اور دوسرے اس قسم کا کاروبار کرنے والے اصحاب کو جن کے پاس ایسے مزدوری پیشہ لوگوں کے لئے کام مہیا ہو سکتا ہو۔ توجہ دلاتے ہیں۔ کہ وہ جلد از جلد جس قدر لوگوں کو اپنے پاس بلا سکتے ہوں۔ بُلا لیں۔ اس سلسلہ میں تمام خط و کتابت ناظر صاحب دعوت و تبلیغ قادیان کے ساتھ کی جائے۔

یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے۔ کہ ناظر صاحب کی مذکورۃ الصدر تحریک پر ایک غیر احمدی دوست نے اس سلسلہ میں گراں قدر امداد کا وعدہ کیا ہے۔ جس کے لئے ہم ان کے بے حد ممنون ہیں۔ دیگر معزز غیر احمدی اصحاب اس بارے میں جو امداد فرمائیں گے۔ وہ شکریہ کے ساتھ قبول کی جائے گی۔ دراصل اچھوت اقوام کو حلقہ بگوش اسلام بنانا۔ اور ان کی تعلیم و تربیت کرنا۔ ایک ایسا فرض ہے۔ جو تمام مسلمانوں کا مشترکہ ہے۔ اور اس کے اثرات بھی سب کے لئے یکساں فائدہ رساں ہیں۔ اگر دوسرے مسلمان ان میں تبلیغ اسلام کا کام نہ کر سکتے ہوں۔ تو کم از کم جو لوگ اسلام قبول کر لیں۔ ان کے لئے محنت و مشقت کی صورت پیدا کرنے میں تو امداد دیں۔ کہ یہ بھی نہایت ضروری چیز ہے۔

خطبہ عید الفطر

عید کے دن مومن کو خدا ملتا ہے

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

(فرمودہ ۲۰ فروری ۱۹۳۱ء)

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

انسانی اعمال کا دائرہ

کسی زمانہ میں بہت وسیع ہوتا ہے۔ اور کسی زمانہ میں بہت تنگ ہو جاتا ہے۔ یعنی بعض اوقات تو اگر انسان چاہے۔ تو کئی قسم کے کاموں میں اپنے آپ کو مشغول کر سکتا ہے۔ اور کبھی اس کا دائرہ عمل محدود ہو جاتا ہے۔ اور وہ مجبور ہو جاتا ہے۔ کہ خاص قسم کے کام کی طرف ہی توجہ کرے۔ یا اس کی طرف ضرور توجہ کرے۔ ہم دیکھتے ہیں

ایک گھر کی مثال

ہمارے سامنے ہے۔ گھر میں مرد بیوی بچے اور بعض دفعہ بعض اور رشتہ دار بھی ہوتے ہیں۔ مردوں میں سے کوئی باہر زراعت کرتا ہے۔ کوئی تجارت کوئی صنعت و حرفت کا کوئی کام کرتا ہے۔ عورتیں گھر میں سینے پرونے کا کام کرتی ہیں۔ کھانا پکاتی ہیں۔ گھر کی صفائی کرتی ہیں۔ بچوں کو نہلاتی اور ان کے کپڑے وغیرہ دھوتی ہیں۔ سہیلیوں سے باتیں کرتی ہیں اور اگر کوئی پڑھی لکھی ہو۔ تو وہ مطالعہ بھی کرتی ہے۔ بچوں میں سے بعض سکول جاتے ہیں۔ جب وہاں سے آتے ہیں۔ تو اپنی پڑھائی کرتے ہیں۔ چھوٹے بچے کھیل کود میں لگے رہتے ہیں۔ گویا گھر ایک ہوتا ہے۔ مگر اس میں بسنے والے

ہر ایک فرد کے مشاغل مختلف

ہوتے ہیں۔ پھر ایک آدمی بھی مختلف اوقات میں مختلف کام کرتا ہے۔ کبھی کھاتا پیتا ہے۔ کبھی کماتا ہے۔ کبھی بیوی بچوں سے باتیں کرتا ہے کبھی سوتا ہے۔ لیکن یہی گھر جس کے مختلف افراد مختلف اوقات میں مختلف کاموں میں لگے ہوتے ہیں۔ اس کی مالکہ یا مالک اگر خطرناک طور پر بیمار ہو جائے تو اس میں رہنے والوں کے کاموں کی ساری تنوع یکدم بند ہو جاتی ہے۔ بیوی کی بیماری پر خاوند اگر زمیندار ہے۔ تو زمیندارہ کام ملتوی کر دیتا ہے۔ اگر تاجر ہے۔ تو دکان بند کر دیتا ہے۔ اگر ملازم ہے۔ تو رخصت لے لیتا ہے۔ اور اس کے سامنے صرف

ایک شغل

رہ جاتا ہے۔ کہ اپنی بیوی کی تیمار داری کرے۔ بچے اگر ماں بہت زیادہ بیمار نہیں تو مدرسے تو جاتے ہیں۔ مگر کھیل کود کا وقت اس کی خبر گیری میں صرف کرتے ہیں۔ چھوٹے بچے گو کھیل کود میں تو مصروف رہتے ہیں۔ مگر ان کی حرکات سے صاف پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ ان کا دل اس میں نہیں لگ رہا۔ اور ان کی توجہ بار بار اپنی بیمار ماں کی طرف جاتی ہے۔ گویا قریباً تمام افراد ایک ہی کام کرنے کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور باقی سب کام یا تو کلی طور پر نظر انداز کر دیئے جاتے ہیں۔ یا جزوی طور پر۔ اسی طرح اگر خاوند بیمار ہو۔ تو بیوی کو ہر وقت اسی کے علاج اور تیمارداری کی فکر رہتی ہے۔ اور سب کام بند ہو جاتے ہیں۔ غرض انسان مختلف حالتوں میں مختلف کام کرتا ہے۔ اور ان حالتوں کے مطابق کبھی تو اس کا حلقہ عمل وسیع ہوتا ہے۔ اور کبھی محدود۔ بعض بیوقوف ایک ہی قسم کا کام ہمیشہ کرتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں۔ کہ باقی سب لوگ بھی وہی کام کریں۔ حالانکہ یہ طریق قطعاً غلط ہے۔ پھر جس طرح افراد کے متعلق یہ بات ہے۔ کہ وہ

مختلف اوقات میں مختلف کام

کرتے ہیں۔ اسی طرح قوموں کے بھی مختلف اوقات کے مختلف کام ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے متعلق بائبل میں لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ ایک گھر میں کھانا کھانے بیٹھے تھے۔ اس وقت کچھ لوگوں نے جو ان کے مخالف تھے۔ ان کے پاس آکر کہا۔ کیا سبب ہے۔ کہ ہم اور فریسی تو روزے رکھتے ہیں مگر تمہارے شاگرد روزہ نہیں رکھتے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے ان سے کہا۔ "کیا براتی جب تک دولہا ان کے ساتھ ہے۔ ماتم کر سکتے ہیں مگر وہ دن آئیں گے۔ کہ دولہا ان سے جدا کیا جائے گا۔ اس وقت وہ روزہ رکھیں گے۔ (متی ۹/۱۴)

اب دیکھو!

روزے جیسی لطیف عبادت

کے متعلق حضرت مسیح علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا۔ بظاہر یہ ناموزوں معلوم ہوتا ہے۔ مگر صحیح بات یہی ہے۔ کہ بعض ایام روزہ چھوڑنے والے ہوتے ہیں۔ اور یہ عید کا دن بھی ایسا ہی ہے۔ جب روزہ رکھنا ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ دن مومن کے لئے وہی خوشی اپنے اندر رکھتا ہے جو خاوند کے گھر آنے پر ایک عورت کو ہوتی ہے۔ آج کے دن مومن یہ فرض کرتا ہے۔ کہ

میرا خدا میرے گھر آنے والا ہے

مومن اپنے فعل کو عبث قرار نہیں دیتا۔ وہ بے ایمان نہیں ہوتا۔ اسے خدا پر پورا پورا یقین ہوتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے۔ میں نے جو فاقے تیس دن دیا جو معذور تھا۔ اس نے کم و بیش، خدا تعالے کے لئے کئے ہیں ان کے نتیجہ میں

میرا خدا مجھے مل گیا ہے

گویا ان تیس ایام کی عبادت کے بعد وہ خدا تعالے کے متعلق یقین کرتا ہے کہ وہ اسے مل گیا۔ اور جس طرح وہ عورت جس کا خاوند ایک عرصہ کے بعد باہر سے آئے۔ سوگ نہیں کیا کرتی۔ بلکہ اپنے کپڑے صاف کرتی ہے۔ بناؤ سنگار کرتی ہے۔ گھر کی صفائی کرتی ہے۔ عمدہ عمدہ کھانے پکاتی ہے۔ اور یہ سب کچھ اس امید پر کرتی ہے۔ کہ جب میرا خاوند گھر آئے گا۔ تو یہ دیکھ کر خوش ہوگا۔ کہ مکان آراستہ پیراستہ اور ہر چیز قرینہ سے رکھی ہے۔ اسی طرح آج کے دن مومن بھی اپنے لئے سمجھتا ہے۔ آج میرا خدا میرے گھر آنے والا ہے۔ اپنے بدن اور کپڑوں کی صفائی کرتا۔ اور عمدہ عمدہ کھانے پکاتا ہے۔ وہ آج اپنے لئے نئے کپڑے نہیں پہنتا۔ بلکہ خدا کے لئے پہنتا ہے۔ وہ آج کے دن اس لئے خوشی کرتا ہے۔ کہ یہ

خدا تعالیٰ کی ملاقات کا دن

ہے جس سے بڑھ کر خوشی اور کوئی نہیں ہو سکتی

ایک بزرگ کے متعلق

مشہور ہے۔ کہ وہ ہمیشہ میلے کپڑے پہنے رہتے تھے۔ یوں تو اسلام کی سنت ہے، کہ انسان صاف ستھرا رہے۔ مگر یہ نسبتی امر ہے۔ گو یا وہ صفائی کا کوئی زیادہ خیال نہیں رکھتے تھے۔ ان کے پاس ایک نہایت بیش قیمت جوڑا تھا۔ اور ان کے عقیدتمند ہمیشہ ان سے پوچھا کرتے تھے۔ یہ آپ نے کس دن کیلئے رکھا ہوا ہے۔ اسے کیوں نہیں پہنتے۔ اس پر وہ یہی جواب دیتے۔ کہ ابھی اس کے پہننے کا وقت نہیں آیا جب وقت آئے گا تب پہنوں گا۔ ایک دن انہوں نے اپنے احباب کو بلایا۔ اور ان سے کہا۔ اب وقت آگیا ہے۔ کہ میں اسے

محبوب کے پاس جاؤں۔ اور یہ چونکہ خوشی کا دن ہے۔ اس لئے جب میں مر جاؤں۔ تو مجھے اچھی طرح غسل دیکر خوشبو لگانا اور بیش قیمت لباس پہنا کر دفن کر دینا۔

پس عید کے دن جو تبدیلی مومن اپنے ظاہری لباس وغیرہ میں کرتا ہے۔ اس کے یہی معنے ہوتے ہیں۔ کہ وُہ سمجھتا ہے چونکہ میرے

باطن میں تبدیلی

ہو چکی ہے۔ اور میرا مولےٰ میرے گھر آنے لگا ہے۔ اس لئے مجھے خوشی منانی چاہئے۔ اور خوشی کی تمام علامات ظاہر کرنی چاہئیں۔ بظاہر تو یہ ایک ناٹک سا معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ ہی آپ یہ خیالی کر لیا جائے۔ کہ میں روزے رکھنے کے بعد پاک و صاف ہو گیا ہوں اور آپ ہی یہ سمجھ لیا جائے۔ کہ اب میرا خدا میرے پاس آنے والا ہے یہ تو ایسی ہی بات ہوئی۔ جیسے پنجابی میں ایک ضرب المثل ہے۔ کہ آپے میں نہاتی دھوتی آپے میرے نیچے جیون۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ

تماشہ نہیں

کیونکہ اس کا تعلق باطن سے ہے۔ اور تماشہ صرف ظاہر سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ رُوحانیات کا معاملہ ہے۔ مادیات کا نہیں۔ خدا تعالیٰ کا آنا فی الحقیقت خیالات کی تبدیلی اور باطن کے تغیر سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر تو خدا تعالیٰ مجسم ہوتا۔ اور اس نے چلکر آنا ہوتا۔ تو بے شک اس کی آمد سے قبل ضروری تھا۔ کہ کارڈ لفافہ یا کسی اور ذریعہ سے اس کے آنے کی اطلاع آتی۔ پھر ریل یا موٹر کے آنے کی آواز سنائی دیتی۔ پھر وُہ ظاہری شان و شوکت کے ساتھ آتا۔ مگر

اللہ تعالیٰ کی ملاقات

در اصل دل کی تبدیلی کے ساتھ تعلق رکھتی ہے جب کوئی انسان رمضان کے بعد اپنے دل میں تبدیلی محسوس کرے۔ تو پھر اُسے حق ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے ملنے کی امید رکھے۔ اور اگر انسان واقعہ میں یہ سمجھے کہ میرا خدا مجھے ملنے والا ہے۔ تو پھر مل بھی جاتا ہے۔ رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ انا عند ظن عبدی بی۔ میرا بندہ مجھے جیسا گمان کرتا ہے۔ میں اس سے ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں۔ ایمان کا مطلب ہی یہ ہے۔ کہ انسان فیصلہ کر لیتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ مجھے مل گیا۔ اور جب انسان یقینی طور پر یہ سمجھ لے۔ تو ایسا ہو بھی جاتا ہے۔

ناٹک کا تماشہ

کرنے والا دل میں جانتا ہے۔ کہ جو کچھ وُہ ظاہر کر رہا ہے حقیقت وُہ نہیں۔ مگر مومن کی حالت اس کے الٹ ہوتی ہے۔ وُہ جو کچھ کہتا ہے اس کے درست ہونے کا یقین بھی رکھتا ہے۔ حقیقت نہ جاننے والے لوگ اُسے پاگل کہہ سکتے ہیں۔ مگر ناٹک والا نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ناٹک والا جو کچھ کرتا ہے۔ اُسے خود بھی محض بناوٹ اور غلط سمجھتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ایک پاگل بھی جو کچھ کہتا ہے۔ وُہ غلط ہوتا ہے۔ اور اس کی کچھ حقیقت نہیں ہوتی۔ لیکن وہ خود اسے غلط اور بے حقیقت نہیں سمجھتا۔ بلکہ اس کے دُرست ہونے پر یقین رکھتا ہے۔ پس وُہ لوگ جو مومن کی باتوں کو اپنی جہالت اور نادانی سے دُرست نہ سمجھیں۔ وُہ اُسے پاگل تو کہہ سکتے ہیں۔ ناٹک والا نہیں کہہ سکتے۔ لیکن پھر

پاگل اور سچے مومن میں امتیازات

بھی مقرر ہیں۔ پاگل انسان کا سارا زور وہم پر ہوتا ہے۔ عمل پر نہیں ہوتا۔ مثلاً

بادشاہ کا کام

ہے۔ لوگوں میں عدل و انصاف کرنا۔ امن قائم کرنا۔ ملکی ترقی کی کوشش کرنا۔ ملک کو دشمنوں سے محفوظ رکھنا۔ ملک میں علوم کی اشاعت کرنا۔ اب اگر کوئی شخص کہے۔ میں بادشاہ ہوں۔ اور ساتھ ہی ملکی حفاظت کرے علوم کو رائج کرے۔ رعایا کی بہبودی کے سامان مہیا کرے۔ لوگوں میں عدل و انصاف اور امن و امان قائم کرے۔ تو کوئی اسے پاگل نہیں کہیگا بلکہ یہی سمجھیگا۔ کہ اگر یہ شخص آج بادشاہ نہیں۔ تو کل ضرور بادشاہ بننے والا ہے۔ کیونکہ مشہور ہے، ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ لیکن پاگل منہ سے تو کہیگا۔ میں بادشاہ ہوں۔ مگر کام بادشاہوں والے اس سے سرزد نہیں ہونگے۔ وُہ زیادہ سے زیادہ یہ کریگا۔ کہ خالی مٹھی بند کر کے کسی کے ہاتھ میں رکھدے۔ اور کہے۔ یہ لو روپیہ۔ مگر بادشاہ فی الواقع لوگوں کو مال دیتا ہے۔ فساد مٹاتا ہے۔ صنعت و حرفت کو ترقی دیتا ہے۔ علوم کو رائج کرتا ہے۔ اور تمدنی حالت کی اصلاح میں کوشاں رہتا ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرنے لگے۔ تو ہم سمجھ لینگے۔ یہ یقین رکھتا ہے۔ کہ اگر آج نہیں تو کل میں ضرور بادشاہ بننے والا ہوں۔ اسی طرح جو مومن واقعہ میں یہ یقین رکھتا ہے۔ کہ میرا خدا مجھے ملنے والا ہے۔ وُہ اپنے

اعمال میں بھی تبدیلی

کریگا۔ وُہ دین کے لئے محبت رکھیگا۔ اور اس کے لئے قربانی کریگا۔ علوم کی اشاعت کریگا۔ اپنے بھائیوں کے فسادات دور کریگا۔ کیونکہ لوگ جو کام اپنے آقا کو کرتا دیکھتے ہیں۔ وُہی خود کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور جو شخص خدا تعالےٰ کو اپنا آقا سمجھیگا۔ وہ اس کے کاموں کی نقل کرنے کی کوشش کریگا۔ وُہ رحیم بننے کی کوشش کریگا۔ وہ رحمٰن بننے کی کوشش کریگا۔ اسی طرح ستار، غفار، شکور، مہیمن۔ ودود۔ وہاب بنیگا۔ لطیف خبیر بنیگا۔ غرضیکہ خدا تعالےٰ کی تمام صفات کا انعکاس اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریگا۔ اور اس میں کیا شبہ ہے۔ کہ جو شخص اپنے اندر یہ صفات پیدا کر لیگا۔ اسے فی الواقعہ خدا تعالےٰ مل جائیگا۔ اور جس کے اندر یہ صفات پیدا ہو گئے۔ اس کے متعلق پھر کون کہہ سکتا ہے۔ کہ اس میں خدا تعالےٰ نہیں آ گیا۔ کیونکہ جب خدا تعالےٰ کا پرتو کسی پر پڑنے لگے۔ تو سمجھو اسے خدا مل گیا۔

عید کا مفہوم

در اصل یہی ہے۔ کہ انسان ظاہر کرتا ہے۔ مجھے اپنے خدا پر ایسا اعتماد اور یقین ہے۔ کہ میں سمجھتا ہوں۔ وُہ میرے کسی عمل صالح کو ہرگز ضایع نہیں کریگا۔ اور ساتھ ہی مجھے اپنے نفس پر اعتماد ہے۔ کہ وُہ منافقت سے عمل صالح نہیں کرتا۔ میں نے جو روزے رکھے تھے۔ وُہ محض

خدا تعالےٰ کی رضا کے لئے

رکھے تھے۔ اور جب یہ دونو باتیں جمع ہو جائیں۔ یعنی خدا تعالےٰ پر پورا یقین بھی حاصل ہو جائے۔ اور اعمال صالح بھی انسان بجا لائے۔ تو اس میں کیا شبہ رہ جاتا ہے۔ کہ اُسے مقصود مل گیا۔ اور جب خدا تعالےٰ انسان کو ملے۔ تو اس کا فرض ہے۔ کہ اس کی شان کے مطابق اس کے آنے کے لئے تیاری کرے۔ اور اس کے استقبال کے لئے تیار ہو۔ پس بادشاہوں کے بادشاہ کے استقبال کے لئے ضروری ہے۔ کہ

ظاہری و باطنی صفائی

کی جائے۔ اسی وجہ سے مومن کا عید کے روز کپڑے تبدیل کرنا۔ اور مسرت و شادمانی کا اظہار کرنا اس بات کا ثبوت ہوتا ہے۔ کہ وُہ یقین رکھتا ہے میرا رب مجھے مل گیا ہے۔ یا ملنے والا ہے۔ اور میں نے بتایا ہے۔ یہ اقرار پاگل کر سکتا ہے۔ یا مومن اور یا پھر منافق۔ ان تینوں کے سوا اور کوئی ایسا اقرار نہیں کر سکتا۔ اب تم میں سے ہر ایک غور کرے۔ کہ وُہ ان تینوں میں سے کس گروہ میں شامل ہے۔ اگر واقعہ میں عید کا کوئی مفہوم ہے۔ اگر تم سمجھتے ہو تمہارے روزے قبول ہو گئے۔ اور اب خدا تعالےٰ تم سے ملنے والا ہے۔ تو ضروری ہے۔ اپنے ظاہر و باطن میں ایسی صفائی کرو۔ کہ خدا تعالےٰ ملنے کے بعد پھر تم سے جدا نہ ہو۔ وُہ روزوں کے ذکر میں فرما چکا ہے واذا سألک عبادی عنی فانی قریب۔ یعنی جو شخص میرے لئے روزہ رکھتا ہے۔ میں اس کے پاس آتا ہوں۔ اور یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ خدا تعالےٰ آنے کا وعدہ کرے۔ اور پھر پہونچ نہ سکے۔ روزہ کا ذکر کر کے خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ اذا سألک عبادی عنی۔ جب میرا بندہ مجھے ملنے کیلئے پکارتا ہے۔ فانی قریب۔ تو میں اُسے کہتا ہوں کہ یہ روزے تم ختم کر لو۔ پھر عید کے دن میں تمہارے پاس ہوں۔ تمہارے مجاہدہ میں تھوڑی سی کسر باقی ہے تمہارے یہ روزے در اصل میرا سفر ہیں۔ ان کے ختم ہوتے ہی میں تمہارے پاس آ جاؤنگا۔

قریب کا مفہوم

ہی یہ ہے۔ کہ جب مجاہدہ تکمیل کو پہونچ جائے۔ تو خدا پاس آ جاتا ہے۔ اسی کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرے قریب ہو جاتا ہے۔ اور روزوں میں تہجد، صدقہ و خیرات، غیر نوافل ادا کرنیکا بہت موقعہ ملتا ہے۔ اور یہ مجاہدہ جس کے نتیجہ میں خدا تعالےٰ نے قریب آنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

عید کے دن

ختم ہوتا ہے۔ اگر وُہ مجاہدہ جس کے بعد عید آئی۔ منافقانہ نہ تھا تو یقیناً خدا تعالےٰ مل گیا۔ یہ علیحدہ بات ہے۔ کہ انسان اپنی غفلت کے سبب اسے پھر کھو دے۔ یا حاصل کرنے کی پوری اور مکمل کوشش نہ کرے۔ مگر اسلام نے ایسا انتظام کر رکھا ہے۔ کہ سال میں ایک دفعہ ضرور مومن کو خدا مل جاتا ہے۔ بعض لوگ ناسمجھی کی وجہ سے کہا کرتے ہیں۔ ہمیں خدا نہیں ملتا۔

حالانکہ ان کی زندگی میں کئی بار خدا کے ملنے کے مواقع آچکے ہوتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ نے ایسا سامان کر رکھا ہے۔ کہ اگر انسان صدق دل سے روزے رکھے۔ اور نوافل ادا کرے۔ تو کم از کم ایک دفعہ سال میں وہ ضرور مل جاتا ہے۔ اور اس

عید کا منشاء

ہی یہ ہے۔ کہ مومن کو خدا مل جائے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس عید کو

کھانے کا دن

فرمایا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ اس دن خوب پیٹ بھر کر کھایا جائے۔ کیونکہ مومن اپنے ایک اندازہ سے زیادہ نہیں کھایا کرتا۔ حدیث میں آتا ہے۔ مومن اگر ایک انتڑی سے کھاتا ہے تو کافر سات انتڑیوں سے کھاتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کو ایک دفعہ انتڑیوں میں کچھ تکلیف ہوگئی۔ اسہال کی شکایت تھی۔ اس وجہ سے آپ دہی کھایا کرتے تھے۔ اور صبح ہی صبح ادھ رڑکا پیا کرتے تھے۔ والدہ صاحبہ نے بھینس رکھی ہوئی تھی۔ آپ دہی بھیج دیا کرتی تھیں۔ کبھی میر محمد اسحٰق صاحب اور کبھی میں لے جاتا تھا۔ دہی سے نفخ پیدا ہوتا ہے۔ اس سے آپ کو ریح پیدا ہو گئی۔ اور ہوا خارج ہونے لگی۔ ایک دفعہ مجھے یاد نہیں۔ میں لے کر گیا تھا۔ یا میر صاحب۔ مگر اس دن آپنے فرمایا آج سے میں ادھ رڑکا نہیں پیونگا۔ کیونکہ رات کو مجھے الہام ہوا ہے۔ بطون الانبیاء صامتۃ یعنی

انبیاء کا پیٹ

خاموش ہوتا ہے۔ اس لئے انبیاء کی اس صفت سے حصہ لینے کے لئے میں دہی کا استعمال بند کرتا ہوں۔ سو

مومن کی غذا

ہمیشہ ہی کم ہوتی ہے۔ پس عید کے دن کو کھانے کا دن کہنے سے یہ مراد نہیں۔ کہ اس دن خوب پیٹ بھرو۔ یہ بات سنت انبیاء کے خلاف ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ اس دن مومن یہ سمجھ کر کھاتا ہے۔ کہ میرا خدا مجھے کھلاتا ہے۔ اور اصل کھانا یہی ہے۔

سید عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ

کے متعلق آتا ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ میں کھانا نہیں کھاتا جب تک خدا تعالیٰ مجھے الہام نہیں کرتا۔ کہ اے عبد القادر تجھے میری ہی ذات کی قسم۔ کھا۔ اسی طرح آپ بہت قیمتی لباس پہنا کرتے تھے۔ لکھا ہے آپکا ایک ایک جوڑا ہزار دینار یعنی قریباً چودہ ہزار روپیہ کی مالیت کا ہوتا تھا۔ اور آپ اسے بہت جلدی جلدی تبدیل کیا کرتے تھے۔ آپ پر جب اعتراض کیا گیا۔ کہ یہ اسراف ہے۔ تو آپنے فرمایا۔ کہ میں تو کوئی کپڑا نہیں پہنتا جب تک میرا خدا مجھے نہیں کہتا۔ کہ اے عبد القادر تجھے میری ذات کی قسم یہ کپڑا پہن اور نہیں کھاتا جب تک خدا تعالیٰ نہیں کھلاتا۔ اولیاء اللہ تو کبھی بھی خدا کے حکم کے بغیر نہیں کھاتے۔ اور نہیں پہنتے۔ لیکن یہ عید کا دن ایسا ہے جب

ہر مومن کو خدا کھلاتا ہے

پس عید کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا۔ کہ یہ کھانے پینے کا دن ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے۔ کہ اس دن مومن خدا کے حکم سے کھاتا پیتا ہے۔ نہ یہ کہ اس طرح پیٹ بھر کر کھاؤ جس طرح ہندو پانڈے کھاتے ہیں۔ اور اصل کھانا یہی ہے۔ جو خدا کے حکم سے کھایا جائے۔ اگر خدا تعالیٰ یہ حکم دیتا۔ کہ عید کے دن بھی روزہ رکھو۔ تو ہم رکھتے۔ اگر اس کا حکم ہوتا۔ کہ بیماری اور سفر میں بھی روزہ رکھو۔ تو ہم اس حالت میں بھی روزہ رکھتے۔ اور اگر وہ حکم دیتا۔ کہ رمضان کے بعد بھی روزے رکھتے جاؤ۔ تو ہم اس کی بھی تعمیل کرتے۔ مگر خدا تعالیٰ نے عید کے دن کھانے پینے کا حکم دیا ہے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو

عید کے دن روزہ

رکھتا ہے۔ وہ شیطان ہے۔ اس کی یہی وجہ ہے۔ کہ یہ وہ دن ہے، جب خدا تعالیٰ اپنے بندہ سے کہتا ہے۔ آج تو میرے لئے کھاؤ پی۔ پس چاہے۔ انسان ایک لقمہ ہی کھائے۔ یا ایک گھونٹ ہی پانی پیئے۔ اصل کھانا پینا یہی ہے۔ جو خدا کے حکم کے ماتحت کھایا پیا گیا۔ اس لئے آج لباس تبدیل کرنا دین ہے۔ آج کھانا پینا دین ہے آج جسم کی صفائی کرنا دین ہے۔ آج میاں بیوی کا تعلق دین ہے۔ اور یہ دین کیا ہی خوش کن دین ہے۔ کہ جس میں

ظاہری لذات بھی عبادات

بن گئیں۔ ہر ایک انسان کا یہ مقام نہیں ہوتا۔ کہ ہمیشہ کے لئے اپنے اوپر یہ حالت طاری رکھے۔ صرف کامل اولیاء اللہ کو ہی یہ مقام حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ چونکہ اپنے کسی بندہ کو بھی اس درجہ سے محروم نہیں رکھنا چاہتا اس لئے اسنے چاہا۔ کہ میرے تمام بندے کم از کم ایک دن تو یہ مقام حاصل کرلیں۔ اس کے لئے اس نے فرمایا۔ میرا حکم ہے۔ کہ اس دن کھایا پیا جائے۔ اس سے انکار گناہ ہے۔ جس طرح ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا۔ تو شیطان بن گیا۔ اسی طرح آج کے دن جو نہ کھائے پیئے گا۔ وہ بھی شیطان ہوگا

پس یہ دن ہمارے لئے کیوں عید نہ ہو۔ جب کہ خدا تعالیٰ ہمیں مل جاتا ہے۔ اور اس کے

ملنے کا ظاہری ثبوت

یہ ہے۔ کہ وہ کہتا ہے۔ اے میرے بندے آج میری خاطر کھا۔ اگر آج کا کھانا پینا خدا تعالےٰ کے حکم سے نہیں۔ تو پھر آج روزہ رکھنے سے انسان شیطان کیوں بن جاتا ہے۔ شیطان اسی وقت بن سکتا ہے۔ جب کہ خدا کے حکم کی خلاف ورزی کرے۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ ابلیس کو مخاطب کرکے فرماتا ہے۔ ما منعک الا تسجد اذ امرتک الخ یعنی کس چیز نے تجھے آدم کو سجدہ کرنے سے روکا جب میں نے حکم دیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ چونکہ ابلیس نے خدا تعالےٰ کے حکم کو رد کیا۔ اس لئے شیطان بن گیا۔ گویا جو خدا تعالیٰ کے حکم کو رد کرتا ہے۔ وہ شیطان ہو جاتا ہے۔ پس آج انسان نماز چھوڑنے سے شیطان نہیں بنتا۔ حج نہ کرنے سے شیطان نہیں بنتا۔ زکوٰۃ نہ دینے سے شیطان نہیں بنتا۔ روزہ ترک کرنے سے شیطان نہیں بنتا۔ بلکہ آج جس چیز سے وہ شیطان بنتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ کھانا نہ کھائے اور پانی نہ پیئے۔ کیونکہ آج کے دن کے لئے یہ خدا تعالےٰ کا حکم ہے۔ اور جب انسان کی لذات میں خدا تعالےٰ داخل ہو جاتا ہے تو یہی

مقام ولایت

ہے۔ ولی اور دوست کی کیا علامت ہوتی ہے۔ یہ کہ اس کی دعوت کی جائے۔ اور آج ہر ایک مومن کی

خدا تعالیٰ کی طرف سے دعوت

ہے۔ آج ہمارے گھروں میں جو کھانا پکتا ہے۔ اور جو پانی ہے۔ وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہمارے لئے بطور دعوت آیا ہے۔ پھر ولی وہ ہوتا ہے۔ جس کا اٹھنا بیٹھنا۔ کھانا پینا۔ سونا جاگنا سب خدا کے لئے ہو۔ اور آج ہر ایک مومن کے خواہ اسے ولایت کا بلند مقام حاصل ہے۔ یا نہیں۔ یہ تمام افعال خدا کے لئے ہیں۔ آج کے دن وہ خدا تعالیٰ سے بطور دعوت کھاتا اور پیتا ہے۔ اور اس کا ہر فعل اخلاق فاضلہ ہی نہیں۔ نماز اور تلاوت قرآن کریم ہی نہیں۔ بلکہ کھانا پینا اور پہننا بھی عبادت ہے۔ وہ آج

خدا کا مہمان

ہے۔ گویا خدا اسے مل گیا۔ آج جو کپڑے وہ پہنتا ہے۔ وہ اسی خوشی میں پہنتا ہے۔ کہ اس کا خدا اسے مل گیا۔ آج جو کچھ کھاتا پیتا ہے۔ وہ اسی خوشی میں۔ کہ خدا نے اسے کھانے اور پینے کا حکم دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے

ہندوؤں کے کسی نبی نے

بھی ایسی ہی کوئی بات کہی ہوگی۔ جسے غلط طور پر سمجھنے کی وجہ سے ان میں پانڈے بن گئے ہیں۔ اسلام تو ہر بات کے متعلق تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ مگر پرانے مذاہب میں صرف اشارے ہی ہوتے تھے ہندوؤں میں برہمن کو کھلانا بہت ثواب سمجھا جاتا ہے۔ شرادھ کے دنوں میں امرا انہیں خوب کھلاتے ہیں۔ جب وہ خوب کھا چکیں۔ تو پھر ان کے لئے انعام مقرر کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ جتنے لڈو کوئی کھائے اتنے ہی روپے دیئے جاتے ہیں۔ پھر فی لڈو دو روپیہ تین روپیہ دینے لگ جاتے ہیں۔ یہ لوگ بھی کئی کئی مہینے قبل زیادہ کھانے کی مشق شروع کر دیتے ہیں۔ ان میں زیادہ شریف خاندان وہی سمجھا جاتا ہے جسمیں زیادہ حادثات ایسے ہو چکے ہوں۔ کہ زیادہ کھانے کی وجہ سے موت واقع ہو چکی ہو۔

ایک قصہ

مشہور ہے۔ کہتے ہیں۔ ایک برہمنی ساس نے اپنی بہو سے کہا

تیرا خاوند اور خسر آئیں گے۔ اور زیادہ کھانے کی وجہ سے وُہ بیٹھ نہیں سکیں گے۔ اس لئے ان کے آنے سے قبل بستر بچھا دو۔ تا کہ وہ آتے ہی لیٹ جائیں۔ اتنا سُننا تھا۔ کہ بہو چیخیں مار کر رونے لگ گئی اور بد دعائیں دینی شروع کر دیں۔ کہ پرمیشور میرے ماں باپ کا بیڑا غرق کرے۔ انہوں نے مجھے ذلیل کر دیا۔ ساس بہتیرا چپ کراتی۔ اور رونے کا سبب دریافت کرتی۔ مگر وُہ زیادہ سے زیادہ شور مچاتی جاتی۔ ساس ہاتھ جوڑتی۔ پاؤں پڑتی۔ اور دریافت کرتی۔ کہ آخر میں نے کیا کہا۔ جو تم اس طرح رو رہی ہو۔ مگر وُہ برابر روتی جاتی۔ اور کوئی جواب نہ دیتی۔ حتےٰ کہ شور سُنکر محلہ کے لوگ جمع ہونے شروع ہو گئے اور انہوں نے بھی رونے کی وجہ پوچھنی شروع کی۔ بہت اصرار کے بعد اس نے بتایا میری قسمت تو برباد ہو گئی۔ کہ میں ایسے کمینے خاندان میں بیاہی گئی جس کے افراد شراد ھ کھانے کے بعد پیدل چل کر گھر آجاتے ہیں۔ ہمارے خاندان کے آدمی تو کھانے کے بعد چل ہی نہیں سکتے۔ اور ڈولیوں میں پڑ کر آ سکتے ہیں۔ اگرچہ ہندوؤں میں شرادھوں کی یہ حالت ہو گئی ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ یہ درحقیقت اسی نکتہ سے نکلے ہیں۔ اور ان کا بھی کسی زمانہ میں وہی مفہوم تھا۔ جو ہماری عید کے دن کھانے کا ہے۔ کہ چونکہ اس دن کھانے پینے کا حکم خدا نے دیا ہے۔ اس لئے اصل کھانا اسی دن کا ہے۔ مگر لوگوں کی ناسمجھی سے اب یہ ایک عجیب سی رسم بن گئی ہے۔ دراصل حکم یہی ہوگا۔ کہ خدا کے لئے کھاؤ۔ لیکن جس طرح بیوقوف ملانوں نے عید کا یہ مفہوم سمجھ لیا۔ کہ اتنا کھانا کھانا چاہئیے۔ کہ یا تخمہ ہو جائے۔ یا ہیضہ اسی طرح پنڈتوں نے بھی غلط مفہوم سمجھ لیا۔ دراصل

شرادھ کا مطلب

بھی یہی ہوگا۔

اور رسُول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا کہ یہ کھانے کا دن ہے۔ یہی مطلب ہے۔ کہ آج انسان

خدا کے لئے

کھاتا پیتا ہے۔ یہ نہیں۔ کہ اتنا کھاؤ۔ کہ بدہضمی کی ڈکاریں آنی شروع ہو جائیں۔ اور عارف لوگ تو ایسے خوشی کے موقعہ پر اپنی مقدار کے لحاظ سے اور بھی کم کھاتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہو رہا ہوتا ہے۔ اور ان کا خیال اس طرف لگا ہوتا ہے۔ کھانے کی طرف ان کا ذہن کہاں جاتا ہے۔

حضرت مظہر جان جاناں

دھلی کے ایک مشہور بزرگ گذرے ہیں۔ ان کے متعلق لکھا ہے۔ ایک دن کوئی شخص ان کے پاس بالائی کے لڈو لایا۔ دھلی میں بالائی کے لڈو خاص طور پر بنتے ہیں۔ جو بہت چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ انہوں نے ان میں سے دو لڈو اپنے ایک شاگرد کو دیئے۔ کہ کھا لو۔ تھوڑی دیر کے بعد پوچھا۔ میاں لڈو کھا لئے۔ اس نے کہا۔ وُہ تو میں نے اسی وقت کھا لئے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا دونوں کھا گئے۔ اس نے کہا۔ ہاں وہ تھے ہی کتنے بڑے۔ میں نے تو اسی وقت کھا لئے۔ ان کی مقدار ہی کتنی ہوتی ہے۔ بہت چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ دو لڈو ایک ہی دفعہ منہ میں ڈالے جا سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ معلوم ہوتا ہے۔ تمہیں

لڈو کھانے نہیں آتے

اس نے کہا۔ پھر آپ سکھا دیجئے۔ انہوں نے کہا۔ پھر کبھی لڈو آئے۔ تو یاد دلانا۔ تمہیں لڈو کھانے سکھاؤنگا۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر لڈو آئے۔ اور اس نے کہا۔ حضور اب سکھا دیجئے۔ آپ نے ایک رومال بچھایا۔ ایک لڈو اس پر رکھکر اس میں سے ایک چھوٹا سا ٹکڑا توڑا۔ اور شاگرد سے کہا۔ کیا تم نے کبھی سوچا۔ کہ یہ لڈو کن چیزوں سے بنتا ہے۔ اس میں گھی استعمال ہوتا ہے۔ شکر ڈالی جاتی ہے۔ اور بھی دوسرے اجزاء کے نام لئے۔ اور پھر پوچھا۔ تمہیں معلوم ہے۔ شکر کس طرح تیار ہوتی ہے۔ ہزاروں لوگ اس کام پر لگے ہوتے ہیں۔ اس کے لئے پہلی چیز زمین ہے۔ جس میں نیشکر بویا جائے۔ بھلا انسان اسے پیدا کر سکتا ہے ہرگز نہیں۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اسے پیدا کیا۔ پھر اگر زمین بھی ہوتی۔ مگر اس میں نیشکر نہ پیدا ہو سکتا۔ تو انسان کیا کر سکتا۔ مگر خدا تعالےٰ نے زمین میں یہ خاصیت رکھی۔ کہ اس میں نیشکر پیدا ہو۔ اور اس لئے رکھی۔ کہ تا مظہر جان جاناں لڈو کھائے۔ لڈو تو آج میں کھا رہا ہوں۔ مگر اس کی تیاری میں ایک عرصہ سے کئی لوگ لگے ہوئے تھے۔ ایک زمیندار گنا بونے کے لئے راتوں کو جاگتا رہا۔ پہلے اس نے زمین میں کلبہ رانی کی۔ پھر اس میں بیج ڈالا۔ پھر اس کی آبپاشی کرتا رہا۔ اس نے یہ ساری مصیبتیں اس لئے جھیلیں۔ کہ تا مظہر جان جاناں لڈو کھا سکے اسی طرح لڈو کے دوسرے اجزاء کے متعلق بیان کرتے رہے۔ کہ اتنے میں کسی نے آکر کہا۔ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ اس پر آپ لڈو وہیں چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آخر وُہ روز تو اس طرح نہ کھا سکتے تھے یہ تو سبق سکھایا ہے۔ اور یوں تو

اولیاء اللہ کا ہر کام

ہی خدا تعالےٰ کے لئے ہوتا ہے۔ اور وہ ہر وقت ہی اس کے احسانات یاد رکھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کھانا کھاتے وقت انگلیوں سے روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے توڑتے جاتے تھے۔ کوئی ٹکڑہ منہ میں بھی ڈال لیتے تھے۔ گویا یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ آپ دیکھتے ہیں۔ ان میں سے حلال کونسا ریزہ ہے۔ اور حرام کونسا۔ اور ساتھ ہی ساتھ سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے جاتے۔ اصل بات یہی ہے۔ کہ اولیاء اللہ کا ہر کام ہر وقت خدا تعالےٰ کے لئے ہی ہوتا ہے۔ اور ان کے لئے

ہر وقت ہی عید

ہوتی ہے۔ مگر اکثر بندے چونکہ غافل ہوتے ہیں۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے ایسا انتظام کر دیا۔ کہ کچھ دن مجاہدہ کے رکھ دیئے۔ اور پھر کہا۔ آج تمہارے اس مجاہدہ کی تکمیل میں تمہاری خوشی میں ہم بھی خوشی مناتے ہیں۔ پس یہ عید ہے مومن کی۔ اور اس کی حقیقی غرض یہی ہے۔ کہ مومن یقین کر لیتا ہے۔ کہ آج مجھے خدا مل گیا ہے۔ اور آج میں جو کھانا کھاتا ہوں وہ

خدا تعالیٰ کی طرف سے دعوت

ہے۔ اور غور کرو۔ ایسا طیب کھانا کھانے سے جو خدا تعالےٰ کھلائے۔ کسقدر

طیب خون

پیدا ہوگا۔ اور پھر اس سے کتنے بلند حوصلے اور امنگیں پیدا ہونگی۔ لوگ کہا کرتے ہیں۔ یتیم بچے کو خواہ کتنی مرغن اغذیہ کھلائی جائیں۔ وہ اس طرح نہیں پنپ سکتا۔ جس طرح ماں کے ہاتھ سے سوکھی روٹی کھانے والا۔ گویا ماں کے ہاتھ سے جو سوکھی روٹی کھائی جائے۔ اس میں بہت طاقت ہوتی ہے۔ پھر غور کرو۔ خدا تعالےٰ کی دی ہوئی خوراک میں کس قدر قوت ہوگی۔ مگر اکثر لوگ اس نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اس طاقت کو ضایع کر دیتے ہیں۔ اور ان کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے۔ جیسے خدا تعالیٰ رات کو بارش تو کر دے۔ مگر زمیندار گھر میں سویا رہے۔ اور اس کے کھیت سے پانی نکل کر بہ جائے۔ پس اس نکتہ کو نہ سمجھکر کہ آج کے دن خدا تعالےٰ کھلاتا ہے۔ لوگ اپنی غفلت سے اس طاقت کو ضایع کر دیتے ہیں۔ جو انہیں حاصل ہونی چاہئے۔ لیکن اگر وُہ اسے سمجھکر اس طاقت کو اپنے اندر جمع کر لیں۔ تو ان کے اندر

بجلی کا ایسا خزانہ

جمع ہو جائے۔ جو سارا سال کام دے۔ اور اگلے سال پھر اور مل جائے خدا تعالےٰ کی طرف سے ہر چیز ضرورت اور حکمت کے مطابق دی جاتی ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے۔ وان من شئی الا عندنا خزائنہٗ وما ننزلہ الا بقدر معلوم۔ پس عید کے دن جو طاقت خدا تعالیٰ انسان کو دیتا ہے۔ وُہ اس کی

ضرورت کے مطابق

ہوتی ہے۔ اور ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ وُہ اسے اپنے اندر جمع رکھے ہر شخص اپنے درجہ اور شان کے مطابق اپنے شاگرد سے امید رکھتا ہے اور جسے خدا تعالےٰ اپنے ہاتھ سے کھلائے پلائے۔ اس سے کیسے بہادری اور جان نثاری کے کاموں کی امید ہونی چاہئے۔ بڑے بڑے پہلوان اپنے شاگردوں سے اپنے ہی جیسے کارناموں کی توقع رکھتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں۔ جسے ہم نے ورزش کرائی ہے۔ کوئی وجہ نہیں۔ کہ وُہ ہمارے برابر کا نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ کا ثانی تو کوئی نہیں ہو سکتا۔ مگر اس کے مظہر ہوتے ہیں۔ اور امید کی جاتی ہے۔ کہ آج کے دن جسے

خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے کھلاتا ہے

وہ ضرور اس کا مظہر بنے۔ اور سارا سال اس سے اس کی صفات کا اظہار ہوتا رہے۔ بے شک خدا تعالےٰ کے ہاتھ سے کھانا بہت بڑی نعمت ہے۔ مگر اس کی شان کے مطابق ہی پھر قربانی بھی کرنی ضروری ہے پرانے زمانہ میں قاعدہ تھا۔ کہ بادشاہ جن امراء پر اپنی خوشنودی کا اظہار کرتے تھے۔ انہیں اپنے دسترخوان سے کچھ بھجوا دیتے۔ اسے الش کہا جاتا تھا۔ پھر اس عزت افزائی کے بدلہ میں امراء بھی اپنی

شان اور حیثیت کے مطابق قربانی کرتے تھے۔ کوئی لاکھ۔ کوئی دو لاکھ کوئی دس لاکھ۔ یا جتنی کسی کی توفیق ہوتی۔ صدقہ دیتا۔ اس کے معنے یہ ہوتے تھے۔ کہ وہ

بادشاہ کے انعام کی قدر

کرتا ہے۔ جب بادشاہوں کی خوشنودی کے لئے لاکھوں کی قربانی کی جاتی تھی۔ تو آج جبکہ

خدا تعالیٰ کی طرف سے الیش

آیا۔ اگر اس کے بدلہ میں اس کی جان بھی چلی جائے۔ تو اس انعام کے مقابل میں یہ قربانی کیا حیثیت رکھتی ہے۔ کیا یہ افسوس کا مقام نہیں۔ کہ براہمن تو اس موقعہ پر بیوقوفی سے جانیں قربان کر دیتے ہیں۔ مگر ہم اس کے فوائد انعامات اس کی غرض وغایت اور حکمتوں کو سمجھتے ہوئے اس سے دریغ کریں۔ ہمیں اس بات کا احساس ہونا چاہئے۔ کہ ہم عہد کریں۔ اے خدا تیرے جیسی بلند و بالا ہستی جب ہمارے جیسے ذلیل و حقیر بندہ کو کھلاتی ہے۔ تو پھر ہم بھی تیری خاطر اپنا

سب کچھ قربان

کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور اگر واقع میں ہم یہ نیت کر لیں۔ تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں منفعت نہیں پہونچا سکتی۔ کیونکہ جو

خدا کی قربانی کا بکرا

بن جائے۔ کسی انسان کی طاقت ہے۔ کہ اس پر چھری چلا سکے؟ پس جو خدا کی قربانی ہے۔ وہ سارے انسانوں کی چھریوں سے محفوظ ہو گیا۔ اس کے لئے نئی زندگی ہے جسے کوئی برباد نہیں کر سکتا۔ پس میں سمجھتا ہوں۔ اگر ہر مومن عید کی اغراض کو مدنظر رکھے۔ تو بہت فوائد حاصل کر سکتا ہے۔ میں

اللہ تعالیٰ سے دعا

کرتا ہوں۔ کہ وہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ کہ اس شاہی نعمت اور عزت افزائی کو سمجھ سکیں۔ اور پھر اس کی قدر بھی کر سکیں۔ باقی دنیا بھی کھاتی پیتی ہے۔ اور اگر ہم مومن نہ ہوتے۔ تب بھی کھاتے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے۔ کہ جو کام ہم نے اپنی مرضی سے کرنا تھا۔ وہ کہتا ہے۔ آج اسے میری خاطر کرو۔ یہ کتنا بڑا احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے۔ کہ اس کے اس احسان کی قدر جانیں۔ اور اس نعمت کے بدلہ میں بادشاہی الشوں سے بہت بڑھ چڑھ کر قربانی کر سکیں۔

مردم شماری کے متعلق ضروری اعلان

(۱) تمام جماعتوں اور اکثر احباب کے نام ایک تحریک بابت مردم شماری ۱۸۔۱۹ فروری ۱۹۳۱ء کو بھیجی گئی تھی۔ اس کے متعلق بعض جماعتوں نے اپنی کارروائی کے متعلق اطلاعیں بھیجی ہیں۔ مگر بعض نے ابھی تک کوئی اطلاع دفتر ہذا کو نہیں دی۔ مہربانی فرما کر اپنی اپنی کارروائی سے مطلع کر کے مشکور فرمائیں۔

(۲) ہر احمدی اس بات کا پوری طرح اطمینان کرے۔ کہ اسکو احمدی لکھا گیا ہے۔ صرف عملہ مردم شماری کے کہنے کو کافی نہ سمجھے۔ (ناظر امور عامہ)

احمدیہ گرلز سکول سیالکوٹ کا سالانہ جلسہ

احمدیہ گرلز سکول سیالکوٹ کے سالانہ جلسہ کا اشتہار سیکرٹری لجنہ اماء اللہ کی طرف سے شایع ہوا۔ اور جلسہ ۸ فروری ۱۹۳۱ء بروز اتوار زیر صدارت سیکرٹری لجنہ اماء اللہ محترمہ سیدہ فضیلت صاحبہ جامع مسجد کبوترانوالی میں منعقد ہوا۔ جلسہ کی کارروائی گیارہ بجے تلاوت قرآن کریم اور نعت سے شروع ہوئی۔ محترمہ استانی نظیر بیگم صاحبہ نے اطاعت والدین پر اپنا مضمون پڑھا۔ اور قرآنی آیات سے ثابت کیا۔ کہ انسان پر والدین کی اطاعت فرض کی گئی ہے۔

پھر محترمہ استانی نور بیگم صاحبہ نے صبر پر اپنا مضمون پڑھا۔ جس میں بتایا۔ کہ صبر ہی سے انسانی عزم و استقلال کی شان قائم ہے۔ بارہ بجے کے قریب محترمہ سیدہ رفعت صاحبہ استانی دینیات نے تقریر فرمائی۔ اور قرآنی آیات سے واضح کیا۔ کہ شیطان کی پیروی سے انسان کس قدر ذلت و خواری کی زندگی بسر کرتا۔ اور انجام کار سخت عقوبت کا سزاوار ہو جاتا ہے۔ تقریر کے آخر پر حاضرات جلسہ کو اپنی بچیوں کو مغربی تاثرات سے بچانے اور مذہبی تعلیم دلانے کی ترغیب دی گئی۔

ایک بجے کے قریب محترمہ سیدہ فضیلت صاحبہ سیکرٹری لجنہ اماء اللہ نے شرف انسانی کے متعلق تقریر شروع فرمائی۔ جس میں مؤثر طریق سے سمجھایا گیا۔ کہ شرف انسانی کا اصل جوہر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل ہے اگر یہ بات انسان سے مفقود ہو جائے۔ تو اس سے بڑھکر اسفل مقام کسی کا نہیں ہو سکتا۔

شرف انسانی کا کمال اسی میں ہے۔ کہ وہ بذریعہ علوم آسمانی غذائے روحانی حاصل کرنے کی فکر کرے۔ کہ وہ اسی سے اشرف ہے۔ اور بغیر علم دین اس منصب جلیلہ کو کبھی حاصل نہیں کر سکتا۔ لہٰذا انسان کو اپنی پوری کوشش سے مذہبی تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی دوران میں عورتوں پر واضح کیا گیا۔ کہ بوجہ جہالت ہماری حالت دنیا کی بدترین مخلوق کی سی ہے۔ پس عورتوں کا فرض ہے۔ کہ وہ خود بھی اور اپنے بچوں کو بھی علم دین سے بہرہ اندوز کرنے کے لئے پوری توجہ سے کام لیں۔

اس کے بعد آٹھویں جماعت کی دو لڑکیوں فہمیدہ و امۃ المہدی نے احمدی و غیر احمدی کے اختلافی مسائل پر گفتگو کی۔ یہ طریق کچھ عرصہ سے احمدی بچیوں کو غیر مسلم و غیر احمدی لوگوں کے اعتراضات کا جواب دینے کے لئے سکھایا گیا ہے۔

پھر پانچویں جماعت کی دو تین طالبات نے یکے بعد دیگرے نماز و کلمات طیبات کے تراجم سنا کر بہنوں کو محظوظ کیا۔ پھر نہایت تعریف و مسرت کا مقام ہے۔ کہ ہماری دس دس سالہ احمدی بچیوں سیدہ امۃ السلام و سیدہ ثمینہ نے عیسائیت و اسلام کے متعلق مناظرہ کر کے عیسائیت اور اسلام میں حق و باطل کا فرق دکھایا۔ جس پر حاضرات جلسہ نے نہایت خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بچیوں کو انعام بھی دیا۔

عیسائیت اور اسلام پر مناظرہ سنکر ایک عیسائی خاتون نے صدر صاحبہ سے چند منٹ بولنے کی اجازت چاہی۔ اور چند نصائح کر کے بیٹھ گئی۔ اور کسی بات پر اعتراض نہ کر سکی۔

ساتویں جماعت کی چند طالبات نے احادیث سے اخذ کئے ہوئے چھوٹے چھوٹے مضامین سنائے۔ جو صلہ رحمی۔ حقوق ہمسایہ۔ بھائی کی مدد۔ اور قناعت پر تھے۔ ایک لڑکی نے حدیث شریف بیان کر کے بتایا۔ کہ والدین پر لڑکیوں کے کیا حقوق ہیں۔ اور انہیں ادا کرنے والا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا حقدار ہو گا۔

آخر میں جناب حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی کی تقریر ہوئی۔ آپ نے بتایا۔ کہ قرآن کریم انسانوں کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑنے اور آپس میں اتحاد سکھانے کے لئے آیا۔ مگر مسلمانوں نے فائدہ نہ اٹھایا۔ لہٰذا اس کا خمیازہ طرح طرح کی ذلت و خواری کی صورت میں بھگت رہے ہیں۔ مسلمانوں کو لازم ہے۔ کہ اپنی ناگفتہ بہ حالت سے عبرت حاصل کر کے قرآن حکیم کے حکموں پر چلنے کی کوشش کریں۔ تا ان کو دینی و دنیوی نعمتیں حاصل ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور سرخروئی نصیب ہو۔ اس کے بعد جلسہ دعا پر ختم ہوا۔

(خاکسار سیکرٹری سیالکوٹ)

ہر احمدی کا اہم فرض

اللہ تعالیٰ کے فضل سے سلسلہ کے مالی سال کے اختتام میں صرف دو ماہ باقی رہ گئے ہیں۔ اس لئے ابھی سے احباب کو بجٹ کے پورا کرنے کے لئے بقایا چندوں کے وصول کرنے میں جد و جہد شروع کر دینی چاہئے۔ ۳۰ اپریل ۱۹۳۱ء کی شام تک موصولہ رقوم سال ۳۱-۱۹۳۰ء میں شمار ہونگی۔ اس کے بعد جو رقوم داخل ہونگی۔ وہ اس سال میں شمار نہ ہو سکیں گی۔

اس سال خاص طور پر حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے مطابق نمائندوں کے ذریعہ جماعتوں کے بجٹ تشخیص کرائے گئے ہیں۔ آمدنی تشخیص ہونے پر ار فی روپیہ کی شرح چندہ عام کا بجٹ مقرر کر کے الفضل میں شایع کر دیا گیا۔ اور ہر ایک جماعت کو بھی اس کی اطلاع کر دی گئی تھی۔ پس سال کے آخر میں وہی جماعت تعریف کی مستحق ہو گی۔ جو کہ اپنا باقاعدہ تشخیص شدہ با شرح بجٹ چندہ عام و چندہ جلسہ سالانہ و چندہ خاص پورا کریگی۔ (ناظر بیت المال)

آنریری انسپکٹران کی ضرورت

مارچ میں بڑی بڑی جماعتوں کے معائنہ کیلئے آنریری انسپکٹروں کی ضرورت ہے۔ جو کہ جماعتوں میں جا کر ان کے حالات کی پڑتال کریں۔ اور بقایا کی وصولی کا انتظام کرائیں۔ جو دوست اس کام کے لئے اپنے آپ کو مناسب سمجھتے ہوں۔ اور وقت بھی نکال سکتے ہوں۔ وہ بیت المال کو فوراً اطلاع دیں۔

(ناظر بیت المال)

نظارت دعوۃ و تبلیغ کے اعلانات

تبلیغی پروگرام

مولوی اللہ دتا صاحب اور مولوی عبدالواحد صاحب ہزاروی کے لئے مندرجہ ذیل پروگرام تجویز کیا گیا ہے۔ جس کی تکمیل کے لئے وہ روانہ ہو رہے ہیں:-

۲۵-۲۶ فروری جلسہ و مناظرہ آنبہ ضلع شیخوپورہ
۲۸ فروری و یکم مارچ جلسہ چھور چک ۱۱۸ " لائل پور
۲-۳ مارچ " ہیلوپور چک ۱۲۷ " "
۵-۶ مارچ " کالا گوجراں " جہلم

اس کے بعد ۷ مارچ کو دونو مبلغ ضلع ہزارہ کے بعض اہم مقامات میں تبلیغ کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔ اور مولوی اللہ دتا صاحب مجلس مشاورت سے پہلے واپس نہیں آئیں گے۔

تبادلہ

متعلقہ جماعتوں کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ مولوی ظہور حسین صاحب علاقہ یوپی سے تبدیل کر کے اضلاع سیالکوٹ گوجرانوالہ شیخوپورہ۔ لاہور کے لئے اور مولوی غلام احمد صاحب کو ان کی بجائے علاقہ یوپی کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے۔ دونو مبلغ ۲۲ فروری کو اپنے اپنے حلقۂ تبلیغ کے لئے روانہ کر دئے گئے ہیں۔ مولوی ظہور حسین صاحب سب سے پہلے ضلع سیالکوٹ کا بقیہ دورہ ختم کریں گے۔ اور اس کے بعد کسی دوسرے ضلع میں ان کو لگایا جائے گا۔

مناظرے اور جلسے

نظارت ہذا کی طرف سے متعدد بار اعلان ہو چکا ہے۔ کہ کوئی جماعت یا کوئی احمدی دوست بدون مشورہ و اجازت دفتر دعوۃ و تبلیغ کسی جگہ کوئی ایسا مناظرہ یا جلسہ منعقد نہ کرائیں۔ جس میں انہیں مرکزی مبلغ کی ضرورت ہو لیکن مجھے نظارت ھذا کا چارج لینے کے بعد ایک ماہ کے عرصہ کے اندر اندر معلوم ہوا ہے۔ کہ بعض جگہ احباب نے اس اعلان کی مطلق پروا نہ کرتے ہوئے خود بخود جلسے اور مناظرے مقرر کر لئے ہیں۔ چونکہ اس طرح ہمارا کوئی ضبط اور کوئی انتظام تبلیغ کے متعلق نہیں رہ سکتا۔ بلکہ اس طریق سے ہو سکتا ہے۔ کہ کسی وقت سارے کے سارے مبلغین کو ان مناظروں اور جلسوں کیلئے ہی وقف کرنا پڑے۔ اور ہم اصل کام پیچھے ڈالنے کیلئے مجبور ہو جائیں۔ جو ایک نقصان دہ بات ہو گی۔ اس لئے میں پھر اعلان کرتا ہوں۔ کہ آئندہ کوئی ایسا جلسہ یا مناظرہ بغیر دفتر دعوۃ و تبلیغ کی منظوری کے کسی جگہ مقرر نہ کیا جائے۔ جس میں مرکزی امداد کی ضرورت ہو۔ اگر کوئی جماعت یا کوئی دوست اس اعلان کی خلاف ورزی کریگا۔ تو وہ خود اس مناظرہ یا جلسہ کے ذمہ وار ہوں گے۔ اور نظارت دعوۃ و تبلیغ ان کی امداد کرنے سے معذور ہو گی۔ اگر کسی جماعت کو یہ معلوم ہو۔ کہ ان کے قریب کسی جماعت میں اخبار نہیں جاتا۔ تو وہ جماعت وہاں کے احباب کو اس اعلان سے اطلاع کر دے۔ تاکہ سب کو اس اعلان کی اطلاع ہو جائے۔

ناظر دعوۃ و تبلیغ

آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل کا اجلاس دہلی میں

آنریری سیکرٹری صاحب آل انڈیا مسلم لیگ نے لیگ کی کونسل کے اجلاس کی جو ۲۲ فروری کو گیارہ بجے لیگ کے دفتر واقعہ بلی ماراں اسٹریٹ دہلی میں منعقد ہوا۔ کارروائی برائے اشاعت ارسال کی ہے۔ جس کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

اجلاس میں کونسل کے حسب ذیل ممبر موجود تھے:-

۱ سر میاں محمد شفیع بیرسٹر لاہور
۲ سر عبدالقیوم ایم ایل-اے
۳ آنریبل نواب خواجہ حبیب اللہ صاحب (نواب آف ڈھاکہ)
۴ آنریبل سید عبدالحفیظ ڈھاکہ
۵ سر عبدالرحیم ایم ایل-اے
۶ نواب محمد اسماعیل خاں بیرسٹر ایٹ لا۔ میرٹھ
۷ محمد انوار العظیم ایم ایل-اے
۸ آنریبل اے حمید برما
۹ آنریبل میجر اکبر خاں۔ چیف آف ہوتی
۱۰ ایم آصف علی بیرسٹر دہلی
۱۱ شیخ صادق حسن ایم ایل-اے
۱۲ ڈاکٹر ضیاء الدین احمد ایم ایل-اے
۱۳ نوابزادہ لیاقت علی خاں ایم ایل سی مظفر نگر
۱۴ ڈاکٹر سید محمود بہار
۱۵ محمد اظہر علی ایم ایل-اے
۱۶ محمد مسعود احمد۔ ایم-ایل-اے
۱۷ محمد شاہ نواز۔ ایم-ایل-اے
۱۸ آنریبل سید حسین امام گیا
۱۹ قاضی مسعود حسن ایڈووکیٹ میرٹھ
۲۰ مولوی محمد شفیع داؤدی ایم ایل-اے
۲۱ سید حبیب احمد آف لاہور
۲۲ مولوی محمد یعقوب ایم ایل-اے آنریری سیکرٹری لیگ
۲۳ خان صاحب ایس۔ ایم عبداللہ آنریری جائنٹ سیکرٹری
۲۴ مرزا اعجاز حسین آنریری جائنٹ سیکرٹری
۲۵ مولانا عارف ہسوی۔ دہلی

لیگ کے حسب ذیل ممبر جو کونسل کے ممبر نہیں بطور وزیٹر موجود تھے۔ نواب محمد یامین خاں ایم ایل-اے آنریبل ولایت اللہ حاجی اسماعیل علی خاں ایم ایل-اے۔ خواجہ حسن نظامی مولانا مظہر الدین۔ سر میاں محمد شفیع باتفاق رائے صدر قرار پائے۔

مولانا محمد علی صاحب اور پنڈت موتی لعل صاحب نہرو کی وفات پر تعزیت کی قراردادیں پاس ہوئیں۔

اس کے بعد نئے ممبران کے داخلہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ اس موقعہ پر مسٹر گاندھی۔ مسز نیدو۔ پنڈت جواہر لال نہرو۔ ڈاکٹر انصاری اور ڈاکٹر سید محمود صاحب کی معیت میں اجلاس میں تشریف لائے۔ مولوی محمد یعقوب سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ نے آپ کا استقبال کیا۔ اور سر محمد شفیع نے معزز مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔ اس کے بعد مولوی محمد یعقوب آنریری سیکرٹری نے ایک مختصر سی تقریر کے ذریعہ مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ مسٹر گاندھی۔ مسز نیدو۔ پنڈت موتی لال نہرو نے تقریریں کیں جس کے بعد سر محمد شفیع نے ان کا شکریہ ادا کیا پھر ایجنڈا کے مطابق کارروائی شروع ہوئی۔ اور موجودہ صورت حالات نیز وزیر اعظم کے بیان پر بحث و تمحیص ہوگئی جس میں سر محمد شفیع۔ مولوی محمد یعقوب۔ مولوی شفیع داؤدی۔ نواب آف ڈھاکہ مسٹر آصف علی۔ نواب عبدالقیوم۔ نواب محمد اسمٰعیل خاں اور بعض دوسرے احباب نے حصہ لیا۔

لمبی بحث و تمحیص کے بعد جس کے دوران میں سر محمد شفیع نے راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے متعلق بعض امور کے متعلق مختصر سا بیان دیا۔ یہ طے ہوا۔ کہ قطعی فیصلہ فی الحال ملتوی کر دیا جائے۔ اور حسب ذیل ریزولیوشن پاس کیا گیا۔

قابل تصفیہ امور کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے فیصلہ کیا جاتا ہے۔ کہ ایجنڈا کی دفعات ۳-۴-۵ پر غور و خوض کونسل کی ایک خاص میٹنگ میں غور کیا جائے۔ جسے لیگ کے آنریری سیکرٹری صاحب طلب کریں۔

حصہ وصیت میں اضافہ

سیکرٹری صاحب انجمن احمدیہ راول پنڈی اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ابن ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب بی اے پہلے آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ چندہ میں دیتے تھے۔ اب انہوں نے فروری ۱۹۳۱ء سے ۱/۳ حصہ آمدنی کا دینے کا اقرار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کی اس قربانی کو قبول فرمائے۔

سیکرٹری مجلس کارپرداز مصالح قبرستان مقبرہ بہشتی قادیان دارالامان

152

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

——— ۲۳ر فروری کو بلدیہ بمبئی میں یہ تحریک پیش ہونے والی تھی۔ کہ لارڈ اردن کو ہندوستان سے رخصت ہوتے وقت الوداعی سپاسنامہ پیش کیا جائے۔ مگر کانگریسی رضا کاروں نے ٹاؤن ہال کے دروازہ پر پکٹنگ کیا۔ اور کسی ممبر کو اندر نہ جانے دیا۔ صرف چند ایک تحریک کی مخالفت کے حلقی وعدہ پر اندر جا سکے۔ اس لئے تحریک ملتوی ہو گئی۔ لارڈ اردن جیسے ہمدرد وائسرائے کے متعلق ایسی تنگدلی کا اظہار قابل افسوس ہے۔

——— ۲۱ر فروری سے فسادات بہول کے مسلمان ملزموں کا مقدمہ راولپنڈی میں شروع ہو گیا ہے۔ جن کی طرف سے صرف ایک مسلمان وکیل ہے۔ یہ مسلمانوں کا اپنے مظلوم بھائیوں کی امداد سے غفلت کا تازہ ثبوت ہے۔

——— گجرات تعلقہ جمبوسار سے ہندو مسلم فساد کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ جو ہندوؤں کے مسجد کے سامنے باجہ بجانے پر اصرار کا نتیجہ تھا۔ ہندوؤں نے پولیس پر بھی حملہ کر دیا۔ پانچ سپاہی زخمی ہوئے۔ کیا ایسے ہی سلوک سے ہندو اپنی رواداری کا ثبوت دینا چاہتے ہیں۔

——— لندن سے ۲۳ر فروری کی خبر ہے۔ کہ مسئلہ ہندوستان کی وجہ سے پارلیمنٹ کے انتخابات کا ایک ہنگامہ خیز معرکہ ہونے والا ہے۔ تمام سیاسی حلقوں میں ہلچل مچی ہوئی ہے۔

——— ۲۴ر فروری کو ریلوے میزانیہ میں ایک لاکھ روپیہ کی تخفیف پیش ہوئی۔ کل ایک لاکھ ۱۵ ہزار تخفیف کی تحریک مسترد ہو گئی تھی۔ لیکن آج چونکہ غیر سرکاری ممبروں کے زیادہ تعداد میں شریک اجلاس ہونے کی وجہ سے حکومت کو شکست کی امید تھی۔ اس لئے یہ تحریک منظور کر لی گئی۔

——— ۲۴ر فروری کو اسمبلی میں انکم ٹیکس ایکٹ۔ ٹیریٹوریل فورس ایکٹ۔ ریزرو فورس ایکٹ اور امدادی فوج کے قانون میں ترامیم کے مسودات منظور ہوئے۔

——— ۲۴ر فروری کو مسٹر پٹیل سابق صدر اسمبلی بغرض علاج ولایت روانہ ہو گئے ہیں۔

——— چند دن ہوئے۔ پشاور میں ایک مجاہد کو ایک اسسٹنٹ کمشنر پر فائر کرنے کے جرم میں عدالت نے پھانسی کی سزا دی۔ اور فیصلہ کے اگلے ہی روز اسے پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ اس کارروائی کی مذمت کرنے کے لئے ڈاکٹر ضیاء الدین احمد نے ۲۴ر فروری کو اسمبلی میں تحریک التواء پیش کی۔ تمام منتخب شدہ ارکان نے تائید کی۔ اور تحریک ۴۲ کے مقابلہ میں ۵۶ آراء سے منظور ہو گئی۔ انتہائی سزا دینے میں اس قدر عجلت واقعی قابل اعتراض امر ہے۔ اور انصاف کے نام پر دھبہ ہے۔

——— نیو یارک کی خبر ہے۔ کہ صدر جمہوریہ کو قتل کرنے کے لئے اس کے مکان کی چھت پر بم پھینکا گیا۔ مگر وہ بچ گیا۔ بیس اشخاص شبہ میں گرفتار کئے گئے ہیں۔

——— کلکتہ کی اطلاع ہے۔ کہ وہاں مرض چیچک بہت زوروں پر ہے۔

——— وسط فروری سے۔ سر بی دلال نے ریاست کشمیر کے عہدہ چیف جسٹس کا چارج لے لیا۔ سر موصوف اس سے قبل الہ آباد ہائیکورٹ میں جج تھے۔

——— ۲۴ر فروری کو ہائیکورٹ کے بنچ کے سامنے یونیورسٹی ہال میں گورنر پنجاب پر حملہ کرنے والے ہری کرشن کی اپیل پیش ہوئی۔ وکیل نے کہا۔ ملزم نوجوان ہے۔ سیاسی پروپیگنڈا سے متاثر ہو گیا۔ جیوری نے بھی متفقہ طور پر رحم کی سفارش کی۔ وکیل سرکار نے کہا تخفیف سزا کی کوئی معقول وجہ نہیں۔ ملزم کی عمر علم الدین کی عمر سے ایک سال زیادہ ہی ہے۔ ججوں نے سزائے موت بحال رکھی۔

——— دو تین روز ہوئے جزیرہ سسلی میں باد و باران کا ہولناک طوفان آیا۔ کھیت اور باغات تباہ ہو گئے۔ درخت جڑ سے اکھڑ گئے ریلوے لائنوں کو بھی نقصان پہونچا۔ کئی مکانات مسمار ہو گئے۔ چار آدمی ہلاک ہوئے۔ اسی طرح یورپ کے ایک اور مقام کوون میں کان پھٹ جانے سے پچیس مزدور ہلاک ہو گئے۔ اور کئی زخمی ہوئے بحرالکاہل میں بھی خوفناک طوفان کی اطلاع آئی ہے۔

——— کلکتہ سے ۲۴ر فروری کی خبر ہے۔ کہ بنگال کے بعض اضلاع میں سخت ژالہ باری ہوئی۔ صرف ایک گاؤں میں ۸ آدمی اور ۹ بھینسیں ہلاک ہو گئیں۔ ۲۳ آدمی سخت زخمی ہوئے۔ دنیا کے ہر حصہ سے عذاب الٰہی کے نزول کی خبریں آ رہی ہیں۔

——— بھگت سنگھ وغیرہ کے وکلاء کو ۲۴ر فروری کو ہوم سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب نے بذریعہ تار اطلاع دی ہے۔ کہ ان کی سزائے پھانسی ۳ر مارچ تک ملتوی کر دی گئی ہے۔ تاکہ اگر وہ چاہیں۔ تو رحم کی درخواست کر سکیں۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ ان کی طرف سے رحم کی درخواست کی جا چکی ہے

——— ۲۳ر فروری کو لندن میں مسٹر چرچل نے ایک تقریر کے دوران میں کہا۔ کہ ہندوستان کے کروڑوں باشندوں کی قسمت چند ہندو سیاستدانوں کے حوالہ کر دینا ان کی تباہی کے مترادف ہے۔ اور ہمارے لئے شرمناک بزدلی غداری اور بے عزتی کا کام ہے۔ اگر ہندو مسلمان سے سمجھوتہ کر لیں تو ایسے لوگوں کے لئے ایسی باتیں کہنے کا موقعہ نہ رہے۔

——— لندن کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ برطانی سیاست روز بروز پیچیدہ ہو رہی ہے۔ اور پارلیمنٹ میں پھوٹ پڑ رہی ہے کنزرویٹو اور امپریلسٹ پہلے ہی الگ ہو چکے ہیں۔ اور اب لیبر پارٹی میں اختلاف ہو گیا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ سر موزلے اور ان کی جماعت اس ہفتہ میں اس پارٹی سے استعفیٰ دیدیگی۔

——— پنجاب ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس ۸، ۹، ۱۰ر مارچ ۱۹۳۱ء کو منٹگمری میں منعقد ہوگا۔ خان بہادر نبی بخش محمد حسین وزیر اعظم ریاست بہاولپور صدر ہونگے۔

——— ۲۳ر فروری کو پارلیمنٹ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے وزیر ہند نے کہا۔ افسوس ہے۔ ہندوستان میں ابھی تک گول میز کانفرنس کے کام کے لئے کسی تجویز کا اعلان نہیں کیا جا سکتا۔

——— ۲۲ر فروری کو اتمان زئی میں خدائی خدمتگاروں پر پولیس کی آتش باری کی خبر گذشتہ پرچہ میں دی جا چکی ہے۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ اس سے قریباً سو اشخاص مجروح ہوئے۔

——— لاہور۔ ۲۵ر فروری۔ سردار بھگت سنگھ وغیرہ کی طرف سے ہائیکورٹ میں جو درخواست دی گئی تھی۔ آج جسٹس بھائیڈے نے نامنظور کر دی ہے۔ جج نے لکھا ہے۔ کہ ہر سہ اسیران کو ٹریبونل کے جاری کردہ وارنٹ کی بناء پر حراست میں رکھا گیا۔ لوکل گورنمنٹ کو اختیار ہے۔ کہ کسی سزا کو معرض التواء میں ڈالدے۔ چنانچہ گورنمنٹ نے ایسا ہی کیا۔ لہٰذا ابھی تک اسیران اسی وارنٹ کی بناء پر مقید ہیں۔ وارنٹ مذکور کالعدم نہیں ہوا۔ باقی رہا اسیران کو پھانسی دینے کا سوال۔ گورنمنٹ ایڈووکیٹ کا بیان ہے۔ کہ اسیران کی طرف سے ہنوز درخواست رحم زیر غور ہے اس لئے یہ سوال ابھی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر درخواست مذکور کے تصفیہ کے بعد گورنمنٹ کو ملزمان کی طرف سے عائد کردہ اعتراض کی بناء پر پھانسی دینے میں کوئی قانونی دقت محسوس ہو۔ تو وہ سزا تبدیل کر سکتی ہے۔ اسی فیصلہ سے ہوا کا رخ معلوم ہو سکتا ہے۔

——— ۲۵ر فروری کو بھی وائسرائے نے گاندھی جی کو ملاقات کے لئے نہیں بلایا۔ حالانکہ بیان کیا جاتا ہے۔ انہیں لندن سے ہدایات موصول ہو گئی ہیں۔

——— الہ آباد ہائیکورٹ کے چیف جسٹس سات ماہ کی رخصت پر جا رہے ہیں۔ ان کی جگہ جسٹس سر محمد سلیمان کام کرینگے۔

——— رائے بریلی کے قریب ڈیڑھ ہزار کسانوں نے ڈپٹی کمشنر کے کیمپ کا محاصرہ کر لیا۔ اور وہاں قومی جھنڈا گاڑ دیا۔ پولیس فوراً پہونچ گئی۔ اور جھنڈے کو اکھاڑنا چاہا۔ دیہاتیوں نے پتھر برسائے۔ جو ڈپٹی کمشنر کی ٹوپی پر بھی لگے۔ مگر وہ پولیس کو لیکر پیچھے ہٹ گئے۔ یہ لوگ لگان کی عدم ادائیگی کے سلسلہ میں جمع ہوئے تھے۔ ہر طرف شورش اور بغاوت کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔

——— معلوم ہوا ہے۔ کہ اخبار انقلاب کا داخلہ ریاست کشمیر میں بند کر دیا گیا ہے۔ حیرت ہے۔ کہ ریاست کے حکمران شرمناک نکتہ چینی کرنے والے ہندو اخباروں کو تو آزادی ہے۔ مگر چند ایک ہندو عمال کی مسلم کشی کے خلاف احتجاج کرنے کی وجہ سے انقلاب کا داخلہ بند کر دیا گیا۔

——— ۲۴ر فروری کو اسمبلی میں جب ریلوے بجٹ پیش ہوا۔ تو ایک مسلمان ممبر نے مسلمانوں کی حق تلفی پر بحث کرنے کے لئے سو روپے تخفیف کی تحریک پیش کی۔ تو حکومت کی طرف سے جواب دیا گیا۔ کہ مسلمانوں کو واجبی حقوق دینے پر خاص توجہ دی جائیگی۔ آگے بھی اس قسم کے کئی وعدے ہو چکے ہیں۔ مگر ہندو انہیں عملی صورت اختیار کرنے نہیں دیتے۔

(عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)